ماہنامہ

ترجمان القرآن

جاری کردہ:

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

ماہنامہ

ترجمان القرآن

جاری کردہ:

مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ، اچھرہ، لاہور (پاکستان)

ماہنامہ ترجمان القرآن لاہور

رجسٹرڈ نمبر ایل، ۵۳۴۰

جلد ۱۱۴ اکتوبر ۱۹۹۰ء - ربیع الاوّل ۱۴۱۱ھ عدد ۲

فہرست مضامین

رابطہ وترسیلِ زر کے لیے: ادارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔ رحمان مارکیٹ، اردو بازار، لاہور

فون نمبر: ۶۸۶۳۶ - ۳۲۴۴۶۸ پوسٹ بکس نمبر: ۱۴۴۳

فی پرچہ: ۶ روپے زرِ سالانہ: ۶۰ روپے

سید حسین فاروق مودودی نے ایچ فاروق ایسوسی ایٹس لمیٹڈ لاہور سے چھپوا کر دفتر ترجمان القرآن اچھرہ لاہور سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

پہلے تو امریکہ اپنے سیاسی، معاشی، ڈپلومیٹک اور سٹریٹیجک مفاد حاصل کرنے کے لیے ہمارے حکمرانوں کے ساتھ چوری چھپے سرگوشیاں کر کے کام چلا لیتا تھا۔ اس طرح امریکہ کی مطلب برآری بھی ہو جاتی تھی اور قوم بھی مطمئن رہتی تھی کہ ہم آزاد اور خود مختار ہیں۔

ہاں کچھ تاریخی مواقع ایسے آئے کہ امریکہ کی پاکستان دوستی کے پردۂ فریب کو زمانے کے حوادث کی ہوا اس بُری طرح اُلٹ دیتی کہ سٹیج ڈرامے کے پیچھے ہدایت کاری کی مسند پہ امریکہ جلوہ گر دکھائی دیتا اور رنگی ہستیاں چلمیں بھر رہی ہوتیں۔ وہی ہستیاں جو اسٹیج پر بادشاہ یا وزیر اعظم یا صدر یا کسی اور منصب پر بار بار اپنی کرشمہ کاریاں دکھانے آتیں اور نعرے لگواتیں، آزادی زندہ باد! پاکستان زندہ باد! امریکی پاکستانی دوستی زندہ باد!

ایک موقع تو خان لیاقت علی خاں مرحوم کے عہد میں ایسا آیا کہ غلّے کی ذرا سی امداد دے کر اُونٹوں کی گردنوں میں بورڈ لٹکوا کر یہ اعلان کیا یا کرایا گیا کہ "امریکہ تیرا شکریہ!"۔ اُس وقت سے لے کر اب تک "امریکہ تیرا شکریہ" کی گونج روز بہ روز بڑھتی جاتی ہے۔ شکریہ! شکریہ! "شکریہ یورپ"[1] سے بھی بڑھ کر شکریہ۔

---

[1] مشہور نظم از آغا حشر کاشمیری۔

پھر ۱۹۵۰ء میں امریکہ نے پاکستان (یا بھارت پر) کرم فرمانے کے لیے یہ تجویز اچھال دی کہ کشمیر کو دو حصوں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔ اور سیز فائر/ سیز فائرنگ بندی لائن ہی خطِ تقسیم ہو، اور جموں و کشمیر وادی کا علاقہ بھارت کو دے دیا جائے اور آزاد کشمیر کا جو علاقہ پاکستان کے پاس ہے وہ اسے دے دیا جائے۔ اس طرح سارا جھگڑا ختم ہو جائے گا اور دونوں حکومتیں دوستانہ تعلقات کی فضا میں خوب معاشی اور سائنسی اور ٹکنیکل اور صنعتی ترقی باہم تعاون سے کریں گی۔ اس کا جواب دینے کے لیے پاکستان میں چوہدری محمد علی اور مولانا مودودیؒ نے مل کر ایک بڑی کشمیر کانفرنس منعقد کی جس نے امریکی شوشے (ڈکسن) کے غبارے سے ساری ہوا نکال دی ___ دوبارہ امریکہ نے تقسیمِ کشمیر کا وہ فارمولا پھر کبھی نہ پیش کیا۔ اگرچہ وہ ایک خناس کی طرح اس کے ذہن میں خوب گہرا گڑا ہوا آج بھی موجود ہے، اور اسے ذرا سا موقع ملے تو وہ آج بھی اس پر عمل کرا دے۔

ذرا غور کیجیے کہ جو حضرت اقوام متحدہ کے قطب الاقطاب بنے پھرتے ہیں، وہ خود اپنی پاس کردہ قراردادوں کو فراموش کر کے اور کشمیری قوم کے بہت بڑے انسانی حق ___ حق خود اختیاری ___ کو پامال کر کے فرماتے ہیں کہ اس خوبصورت غزالِ تتاری کے چھری لے کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں۔ ایک کو بھارت چٹ کر جائے اور دوسرے کو پاکستان کے سپرد کر دیا جائے۔ یہ تو وہی مقدمہ ہوا کہ دو عورتیں ایک بچے کے متعلق دعویٰ لے کے آئیں کہ ہر ایک کہتی کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ تب قاضی نے حقیقت معلوم کرنے کے لیے کہا کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں اور ایک "ب" کو اور دوسرا "ت" کو دے دیا جائے۔ اس پر جو سگی ماں تھی وہ تڑپ اُٹھی کہ نہیں نہیں، بچہ کو صحیح سالم زندہ رہنے دیا جائے، جب کہ جعلی ماں نے کہا کہ مجھے منظور ہے کہ اس کے دو ٹکڑے بانٹ دیئے جائیں۔ چنانچہ بھارت اس پر تیار تھا کہ ٹھیک ہے، ہمارے جج امریکہ بہادر دو ٹکڑے کر دیں۔ امریکہ بہادر نے تو خود ہی یہ تجویز رکھی تھی۔ مگر سگی ماں نہیں مان کے دی۔

پھر ایک بڑا ٹسٹ معرکۂ ستمبر ۶۵ء کا سامنے آیا؟ امریکہ نے بڑا کرم یہ کیا کہ دونوں طرف کی مالی اور اسلحی امداد بند۔ بظاہر غیر جانب داری، مگر اندر اندر کیا ہو چکا تھا اور کیا ہوتا رہا، یہ تو امریکہ ہی کو معلوم ہے۔ پھر ہمیں یہ یاد ہے کہ امریکہ ہی نے ضمانت دی تھی کہ پاکستان اگر کشمیر پر حملہ آور ہوتا ہے تو بھارت قطعی طور پر پاکستان کی بین الاقوامی سرحد پار نہیں کرے گا۔ مگر اس نے فوراً سرحد کا احترام ختم کر دیا۔ پھر امریکہ کو یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ بھارت کی اس جارحیت پر گرفت کرے۔ متنازعہ علاقہ (جس میں استصوابِ عوام کی قرار داد اقوامِ متحدہ میں پاس ہو چکی تھی) اور ایک بین الاقوامی سرحد رکھنے والا پاکستان یکساں قرار پائے۔ کیا یہاں کوئی شائبۂ دوستی تو کجا، کوئی تہمتِ انصاف رکھنے کی بھی گنجائش امریکہ کے حق میں پاکستان کے پاس ہے۔ پھر دوستی کا مظاہرہ ہوا تو یہ کہ بھارت کی تحریک پر جنگ بندی کا فیصلہ ہو گیا۔ دوست صاحب نے دونوں پہلوانوں کو "متھا پڑا" دیا اور کہا کہ اچھے ہمسائے لڑا نہیں کرسکتے۔ جاؤ جنگ کے ہتھیار رکھ کر آپس میں تجارت اور ثقافت وغیرہ کا تبادلہ کرو۔ کرنے کا اصل کام تو یہ ہے۔ تم خواہ مخواہ کشمیر کے پیچھے پڑے ہو۔ اور پھر جنگ کی مسل داخل دفتر کرکے امریکہ نے ہمیں تاشقند بھجوا کر روس کے چارج میں دے دیا کہ رہی سہی کسر تم پوری کردو۔

پھر ۷۰ء کے انتخابات کا مرحلہ آیا۔ امریکہ کے استادانِ فن نے پیپلز پارٹی کو جھنڈے اور ڈنڈے کے نئے فن سکھائے۔ غنڈے اور مسٹنڈے جمع کرکے ان کو سیاسی کارکنوں میں بدلوایا، کون کہہ سکتا ہے کہ بیچ میں سی آئی اے کی نفری کتنی کام کرتی رہی۔ لوگ نیا سوانگ دیکھ کر حیران رہ گئے، بلکہ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ دکانداروں کو جھنڈا مفت ملتا۔ اور اسے دکان پر لگانے اور اس کی حفاظت کرنے کے لیے ۵، دس روپے انعام بھی ملتا۔ جدھر دیکھو، جھنڈے ہی جھنڈے۔ اور جدھر دیکھو، بسوں کی چھتوں تک لدے ہوئے نئی شان کے ورکر، ٹیپیں بجاتے اور نعرے لگاتے ہوئے، بلکہ تالیاں بجاتے اور اچھلتے

ہوئے - اور منشور یہ کہ رکشہ والوں سے کہا کہ رکشہ تمہارے ہوں گے، کرایہ داروں سے کہا کہ مکان تمہارے ہوں گے، کاشت کاروں سے کہا کہ زمینیں تمہاری ہوں گی، بس ہر شخص قارون کا خزانہ لٹاتا پھر رہا تھا - آن پڑھ قوم، اس کی دبی ہوئی تمناؤں نے کونپلیں نکالیں اور پودے بن گئے - اور پھول کھل اٹھے۔

اس ڈرامے کے پیچھے بھی امریکہ کا ہاتھ تھا کہ کوئی شخص جرأت سے اس قوم کو دنیا پرستی اور لادینیت کی طرف موڑ دے - وہ شخص جو بھی نوجوان اور جذبات کے تاروں کو چھیڑنے کا ماہر، عوامی تقریروں میں جادو جگانے کا استاد اور ذہین اور قابل لوگوں کو عہدوں اور مفاد کے حوالے سے اپنے گرد جمع کرنے کا فن کار۔

امریکہ کا یہ دوستانہ کرم ۱۹۷۱ء میں یوں نمودار ہوا کہ امریکہ کے خاص الخاص کارندے بھارت میں (اور بنگلہ دیش اور خود مغربی پاکستان میں بھی) اس کام کا آغاز کر رہے تھے کہ بنگلہ دیش کو پاکستان سے الگ کرانا ہے - چنانچہ شیخ مجیب کو خاص درسِ سیاست دیا گیا اور دلوایا گیا، روپیہ، اسلحہ اور وقت پڑنے پر فوجی امداد کا وعدہ کیا گیا - اُدھر سے چھ نکات نمودار ہوئے، اِدھر سے ایک جادو کی تلوار "اُدھر تم، اِدھر ہم" حرکت میں آئی اور پاکستان کا وجود دو ٹکڑے ہو گیا - امریکی ذہن کے مطابق مغربی جرائد نے سرخی لگائی کہ "پاکستان کو قطع و برید کرکے اس کا سائز درست کر دیا گیا" بھارت کی اندرا پکاریں کہ ہم نے نظریۂ پاکستان کو خلیج بنگال میں ڈبو کر، مسلمانوں سے ایک ہزار سال کا بدلہ لے لیا ہے - یعنی اصل قضیہ بنگلہ دیشیوں کا اپنا نہ تھا، بلکہ ایک تو بھارتی مہارانی کو ہندوستان پر مسلمانوں کی حکمرانی کا بدلہ لینا تھا اور دوسرے مغربی ذہن کو پاکستان کا سائز ذرا گھٹانا تھا۔ ذریعہ بنے بنگلہ دیش کے لوگ - ایک طرف سمجھ دار اور سازشی جو ہندو تھے اور دوسری طرف بھولے بھالے نمازی مسلمان، مچھیرے اور ناریل کے پیڑوں، بید اور گھاس کی صنعتوں اور جیوٹ ملوں کی مزدوری پر گذارا کرنے والے — جو سیاست لے گیا،

تعلیم سے بھی عاری عوام ۔ اس خوفناک ڈرامے کو امریکہ دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا رہا ۔ اس نے بھارت کے تربیتی کیمپوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا ، اس نے روپیہ اور اسلحہ کی بنگلہ دیش میں ترسیل کا قصہ کبھی نہیں اٹھایا ، اس نے بھارت کی فوجی مداخلت کو کبھی ایک ناقابلِ برداشت اقدام نہیں سمجھا ۔ آج تو پاکستان پر ہزار بار الزام لگائے جاتے ہیں کہ پہلے سکھوں کی تربیت کے کمپ پاکستان میں تھے اور اب کشمیریوں کے لیے کمپ بن گئے ہیں ۔ دونوں کو مالی اور سلاحی مدد دینے کے الزامات امریکہ ہمارے خلاف دوہراتا رہا ۔ لیکن بنگلہ دیش کے طوفانِ علیحدگی کے وقت یہ ساری باتیں اُسے بھارت کے متعلق یاد نہ آئیں ۔ امریکہ کی عدالت سے مجرم ہمیشہ پاکستان قرار پاتا ہے اور بھارت بری الذمہ رہتا ہے ، بلکہ کبھی کبھی عدالت کا نائب یا ناظر بنا نظر آتا ہے ۔ جیسے کہ ایٹمی معاملے میں صورتِ واقعہ ہے ۔ بھارت انتہائی ممنوعہ کارروائی کرے تو حلال اور پاکستان جائز حدود میں بھی ترقی کرے تو حرام — اور ساتھ ہی حقہ پانی بند![1]

بھارتی فوج نے حملہ کر کے سب باقی فوج کو کچلنا چاہا تو اُس زمانے میں امریکہ اپنا ساتواں بحری بیڑا مشرقی پاکستان کے قریب لے آیا اور اس سلسلے میں کوئی بیان نہیں دیا ۔ درمیانی کارندوں نے بات اُڑا دی کہ یہ بیڑا پاکستان کی مدد کے لیے آیا ہے ۔ مگر وہ تو اتنا بھی نہ کر سکا کہ موت سے بچانے کے لیے کچھ مسلمانوں کو جہازوں میں جگہ دے دیتا ۔

ایسی رہی ہے امریکہ کی دوستی پاکستان کے ساتھ!

امریکہ یہ سارا تماشا دیکھتا رہا کہ پاکستان کے تمام فوجیوں اور سول ملازموں کو قیدی بنا کر بھارت میں لے جایا گیا ۔ اور مختلف کیمپوں میں پھیلا دیا گیا ۔ اِس پر

---

[1] حالیہ خبر ہے کہ بش صاحب کانگریس کے سامنے ایٹمی مسئلے میں صفائی نہیں دے سکیں گے ، لہٰذا امداد میں بند ۔ (اب حالات ایک نئی کروٹ لے رہے ہیں)

کوئی آواز امریکہ نے پاکستان کی ہمدردی میں بلند نہ کی۔ کیونکہ بھارت کی طرح امریکہ کی ترچھی نظر بھی پاکستانی افواج پر لگی ہوئی تھی۔ یہ فوج دُنیا کے معاندینِ اسلام کی آنکھوں میں سخت کھٹک رہی ہے اور وہ اس کو تکلیف میں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ مگر خدا اس کا محافظ ہے۔

پھر امریکہ کی مسلط کردہ حکومت کے لیڈر اور اس کی پارٹی کی ظالمانہ اور احمقانہ حرکات حد سے گزر گئیں ــــ خصوصاً الیکشن ۱۹۷۷ء میں جب بھٹو صاحب نے ناجائز مداخلتوں اور بدعنوانیوں کے حربوں کے کمالات آخری حد تک دکھا دیئے اور وہ جگہ جگہ بے نقاب ہو گئے تو اسلامی جمہوری قومی اتحاد کی پکار پر ایجی ٹیشن شروع ہوا اور لوگ ہتھیلیوں پر سر رکھ کر میدان میں نکل آئے۔ نوجوان، وکلا، سیاسی اکابر، علماء، خواتین، مزدور سارے ہی عناصر لاٹھی، گولی کی سرکار کے خاتمے کے لیے جبر وظلم کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔

وہ دور، مارشل لا میں اس وجہ سے بدلا کہ فریقین میں گفت وشنید کا جو لمبا سلسلہ چلا وہ ۴، ۵ رجولائی کی درمیانی رات کو اس حالت میں ناکامی پر ختم ہوا کہ بھٹو اور ان کے ساتھیوں کی طرف سے واضح اشارہ دے دیا گیا تھا کہ چند ہزار آدمیوں کو راستے سے ہٹا دیا جائے اور اس کے لیے ایف ایس ایف کی عسکری تنظیم کے قیام کے علاوہ ایک مسلح غنڈہ گروہ نے لاہور میں مظاہرہ کر کے دکھا دیا تھا کہ کیا کچھ ہو سکتا ہے۔

پس اب حالات ایسے مرحلے پر آگئے کہ آیا بھٹو گورنمنٹ کو اس کی من مانی کرنے دی جائے یا ملک کو خون خرابے سے بچایا جائے۔ اِس سوال نے مارشل لا کے علاوہ کوئی راستہ نہ چھوڑا۔ اور اس سوال کا جواب اسی فیصلہ کن رات کو دیا جا سکتا تھا جس کے متعلق اپوزیشن لیڈر رہی نہیں، گلی گلی میں عوام یہ سمجھ رہے تھے کہ یہ رات شرخ اندھیروں کو مسلط کر دے گی۔

مارشل لا کو کوئی اچھا کہے یا بُرا، یہ ایسے لمحات کی تاریخی ضرورت بن جاتا ہے، جب حکمران قوت اور اپوزیشن کے لیڈر کام چلانے کا کوئی متفقہ فارمولا تیار کرنے

ہیں یکسر ناکام ہو جائیں ۔ ایسے لاینحل سیاسی بحران اپنا جواب فوری طور پر مانگتے ہیں۔ آپ ان کو دو ماہ بعد کی تاریخ نہیں دے سکتے ۔ ایسے موقعوں پہ یا تو بیرونی قوتیں اتنی مداخلت کرتی ہیں کہ وہی حکمران بن جاتی ہیں ۔ یا اندرونِ ملک سے فوج کی غیر سیاسی قوت اٹھ کر تصادم کرنے والی سیاسی قوتوں سے معاشرہ کو تحفظ دلاتی ہے ۔ سیاسی قیادت کا کامل ویکیوم جب پیدا ہو جائے تو قوموں کو یا تو بیرونی طاقتوں کو قبول کرنا پڑتا ہے یا اپنے اندر سے فوجی تسلّط کو ۔ اب بجائے اس کے کہ ویکیوم پیدا کرنے والے نا اہل سیاست کاروں پہ الزام رکھا جائے، الزام فوجی مداخلت کاروں پر رکھا جاتا ہے ، جو ایسے وقت میں آتے ہیں جب واحد انہی کی قوت بچاؤ کا ذریعہ رہ جاتی ہے ۔ مارشل لا اگر جرم تھا تو اس کے اصل مجرم حکمران اور اپوزیشن کے سیاست کار تھے اور پھر سیاست کار ہی مارشل لا پر لعن طعن کرتے ہیں۔

غیر مضبوط دور کی مصیبتوں نے اگر ہمیں مارشل لا تک پہنچایا تو یہ سب امریکہ کی عنایات کا نتیجہ تھا ۔ وہ عام طور پر جمہوریت کے قصیدے پڑھتے ہوئے مارشل لا کو اس لیے پسند کرتا ہے کہ اس کے لیے ایک آدمی کو مسخر کر کے اپنی مقاصد برآری آسان ہو جاتی ہے ۔ مگر امریکہ کو ضیاء کے دور کا بڑا تلخ تجربہ یہ ہوا کہ یہ فوجی حکمران تو کسی دیانت دار، مقبول عوام جمہوری لیڈر سے بھی زیادہ سخت مزاحم قوت نکلا ۔ سو اس کے پورے عرصے میں امریکہ نے دم نہیں مارا ۔ البتہ اُسے راستے سے ہٹانے کے لیے روس، امریکہ، بھارت، ذوالفقار فورس، قادیانی، بعض "دوسرے" مخالف عناصر میں سے نہ جانے کس کس نے مل کر سازش کی اور اُسے ہوائی جہاز میں تخریب کاری کا نشکار بنا دیا ۔ ایسی کارروائی دراصل مخالفینِ ضیاء کا، اعترافِ شکست ہے، کہ وہ زندگی میں اس کی راہوں اور رویوں پہ اثر انداز نہ ہو سکے ۔ سیاسی قتل مقاتلے کا یہ نظام جن قسابیوں کے ہاتھوں چل رہا ہے، وہی ہمارے چوہدری ہیں ۔

کاش کہ جمہوریت کا کوئی بھی طرز ہمیں ویسا دوسرا مضبوط اور دیانت دار آدمی فراہم کر کے دے سکتا ۔

میں نہ مارشل لا کے حق میں بات کر رہا ہوں، نہ کسی کی شخصی آمریت کی حمایت میں۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ اگر کام کا آدمی مارشل لا کے ٹینک پر سوار ہو کر آ جائے، یا شخصی اختیارات کے گھوڑے پر، لیکن اگر وہ نہ مارشل لا والا ڈکٹیٹر ثابت ہو، نہ عوام کی مرضیات اور ضروریات کو تبختر سے پامال کرتا ہوا آگے بڑھے اور نہ اسلام سے مذاق کرے، لیکن قوم کی غیرت و خودی کا بیرونی "لاٹ صاحبوں" سے بچاؤ کر سکے تو وہ غلامانہ طرز جمہوریت کی ایسی ناہنجار اولاد سے بہتر ہے کہ جو گھر کی کنجیاں دوسروں کے حوالے کر دے۔ ہمارا علاج نہ لادین جمہوریت میں ہے، نہ مارشل لا میں، بلکہ کسی مردِ حق اندیش کے جلو میں جادۂ صدق و عدل پر خودی کا جھنڈا لے بڑھنے میں ہے۔ کاشکہ جمہوریت ایسا آدمی دے سکے، مگر جمہوریت بھی تو سچی خدا پرستانہ جمہوریت ہو! ایسا ہو گا تو مطلوبہ زعیم بھی نمودار ہو جائے گا۔ ورنہ مروجہ اندھی جمہوریت میں ہر نباشِ اول کے بعد کوئی نہ کوئی نباشِ ثانی نمودار ہوتا رہے گا۔

ضیا اور اس کے قریبی ساتھیوں نے تاریخ میں ایک اعلیٰ مقام اس بنا پر حاصل کیا کہ اس نے پاکستان میں بیٹھ کر کسی ظاہری مداخلت کے بغیر افغانستان کے معرکۂ جہاد کو گرم رکھا۔ اور اس جرم کی وجہ سے پہلے وہ روس کا معتوب بنا، پھر امریکہ نے بھی (اس رشتہ داری کی وجہ سے جو باوجود تنازعات سپر پاورز کو آپس میں ہوتی ہیں) ضیا کو آنکھیں دکھلانے کی کوشش کی، مگر وہ آنکھیں کوئی جادو نہ کر سکیں۔ بلکہ دل میں یہ عندیہ رکھنے کے باوجود کہ افغانستان میں فنڈا منٹلسٹ گروہ کو حکومت قائم نہ ہو، مجاہدین و مہاجرین کی امداد کرنے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن آخر دم تک اس موقع کی تلاش میں رہا کہ کب وہ جہادِ افغانستان پر ایسا وار کرے کہ اسلامی حکومت کا خواب پریشان ہو جائے۔ یہ زریں موقع اس وقت پیدا ہوا جب روس نے اپنی فوجیں واپس بلا لیں۔ اب بحث پیدا ہو گئی کہ جو عبوری حکومت مجاہدین کی بنے، وہ کس ڈھب کی ہو۔ اس پر جگہ جگہ بحثیں ہوئیں، جمہوریت بحال ہو چکی تھی، جونیجو صاحب وزیر اعظم تھے۔ اور ہر موقع سے فائدہ اٹھا کر یہ مظاہرہ کرنے میں لگے تھے کہ میں

"آل اِن آل" ہوں۔ یعنی امریکہ نے ضیا کا پتا کاٹنے کے لیے ضیا ہی کے اپنے پتے کو کارآمد پایا۔ اور جینوا میں وسیع البنیاد حکومت بنانے کے فیصلے نے مجاہدین کے لیے اپنی عبوری اسلامی حکومت کے قیام کا اعلان کرنے کا دروازہ بند کر دیا۔ ورنہ اگر ان کی حکومت قائم ہو جاتی اور اسے پہلے پاکستان اور پھر متعدد دوسرے ممالک تسلیم کر لیتے، اور (اگر امریکہ منہ موڑ بھی لیتا تو) اِدھر اُدھر سے امداد لے کر نئی حکومت کابل کو فتح کرنے کے لیے جہاد کی سرگرمیوں کو تیز کر دیتی تو تاریخ کا نقشہ دوسرا ہوتا۔ لیکن یہی وہ موقع ہے جب امریکہ جیسی تیز طرار سامراجی قوت نے سارا کھیل درہم برہم کر دیا۔ اور مجاہدین میں اختلافات پیدا کرنے کے لیے اپنے آدمی اُتار دیے۔ حتیٰ کہ آغا خاں جیسے لوگ افغانیوں کے مشیر اور ذریعہ امداد بنے۔ بس اس واقعہ سے صدر ضیاء کو شکست ہو گئی۔ پورا جہاد اسلامی کا کھیت جسے افغانیوں نے اپنے خون سے سیراب کیا تھا، اُس پر کوئی پھل نہ آسکا۔ پھل کو تو امریکی حکمتِ عملی کی سُنڈیاں چٹ کر گئیں۔ کیا امریکہ کے اس کارنامے کو کوئی پٹھان اور کوئی مسلمان فراموش کر سکتا ہے؟ اور کیا کوئی فرشتہ یا اسلحہ دے کر امریکہ اپنے دامن سے اس گناہ کا داغ دھو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ اگر بھلا بھی دے تو ہر مسلمان اسے یاد رکھے گا۔

اسے دراصل کابوس بن کر یہ خطرہ ستا رہا تھا کہ ایران شیعہ فنڈامنٹلسٹوں کے پاس چلا گیا، اب افغانستان سنّی فنڈامنٹلسٹوں کے ہاتھ میں جا رہا ہے تو پھر وہ اپنی ملحدانہ تہذیب اور رندانہ ثقافتی یلغار کے لیے جنوبی ایشیا کے مفید ترین اڈے یعنی پاکستان کو کس طرح بچا سکے گا۔ پھر آگے کشمیر ہے، اوپر وسط ایشیا کی مسلم ریاستیں ہیں۔ پھر تو مسلم قوت ہر طرف سے اُمڈ پڑے گی۔

لہٰذا اس نے اس سلسلۂ عمل کو تباہ کر دیا، جو افغانستان میں نئی تاریخ کی تعمیر کے لیے ہو رہا تھا۔ اور نتیجتاً مسلم بیداری کی جو لہر یہاں سے ہر طرف پھیلنے والی تھی اس کا سدِباب کر دیا۔ مگر سدِباب صرف جینوا کے فیصلے سے نہ ہو سکتا تھا بلکہ وہ تو صدر ضیاء کو راستے سے ہٹانے سے ہو سکتا تھا، جو اسمبلیوں کو توڑ کر ایک بار

پھر ہمہ مقتدر بنا ہوا تھا۔ مگر افسوس کہ اس مرحلے میں ضیاء دل شکستہ تھا۔

مل تو دُنیا کی کئی طاقتوں نے جو پاکستان کے اقتدار پر خفیہ ریموٹ کنٹرول چاہتی تھیں، سازش کر کے ایک ایسے مردِ توانا کو جو تمام سازشوں کے لیے مزاحم بن گیا تھا موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ پھر اس کی لاش پر لادین جمہوریت کا قصر امریکہ نے کھڑا کیا اور اپنی لاڈلی گل بکاؤلی کو مسندِ حکومت پر بٹھایا۔ اسے قومی قیادت کے گھوڑے پہ رکاب تھام کر سوار کرایا۔ یہ سارا مجرمانہ کھیل ایسا ہے کہ جس میں امریکہ چیف پارٹنر ہے۔ پھر اسرائیل ہے، پھر انڈیا ہے، پھر کابل حکومت ہے، پھر ذوالفقار ہے۔ آخر اس کھیل کی حقیقت کو دیکھنے، سمجھنے اور جاننے والے کتنے ہی دانشور ہوں گے جو آج اگر چپ ہیں تو کل ساری کہانی سامنے لے آئیں گے۔ ایک وقت آ سکتا ہے کہ:

پردہ اُٹھا دوں اگر چہرۂ اسرار سے[1]
لا نہ سکے گا فرنگ میری نواؤں کی تاب

ہم مسلمان تو اس حقیقت کو اور طرح بھی لیتے ہیں کہ دو فرشتے ہر آدمی کے سامنے دن رات مامور ہیں۔ اور لمحہ لمحہ کے لفظ، حرکات، ملاقاتیں، سرگوشیاں، جذبوں اور چور جذبوں کا اظہار، ہر اقدام، ہر نزاع، ہر منصوبہ سازی، کسی طرح کے واقعات پر مسرت اور کسی صورتِ حالات پر غم ـــــ ہر چیز کا ایسا ریکارڈ تیار کر رہے ہیں، جیسے کوئی وڈیو فلم بن رہی ہو۔ اس وڈیو کا کچھ حصہ پردۂ تاریخ پہ آجاتا ہے (یعنی ٹریلر)، اور باقی پوری فلم تمام بنی نوع انسان کے اجتماع کے سامنے حشر کی اوپن ایئر تماشاگاہ میں دکھائی جائے گی۔

غیر امریکہ اگر ویت نام کا تجربہ بھول گیا ہو تو کوئی بات نہیں، ایران میں کنارِ آبِ رکنا باد و گلگشتِ مصلیٰ کے ماحول میں بالفاظِ حافظ جو "تلخ وش" امام خمینی کے خمِ انقلاب سے پیالوں میں انڈیلی گئی تو اس کے ہر قطرے کے کڑ ڈمی ڈھنگ کو

---

[1] مصرعہ اولیٰ کا ایک لفظ دانستہ تبدیل کیا ہے!

امریکہ نے کس بُری طرح سہا، وہ تو یاد ہو گا بلکہ یاد رہے گا۔ امریکہ شاہ کو علاقے بھر کا چوہدری بنا رہا۔ اور یکایک ایک فنڈا منٹلسٹ اٹھا اور اُس نے بساط اس طرح اُلٹی کہ نہ شاہ کا پتہ چلا اور نہ شاہ نوازوں اور شاہ سازوں کا، نہ فیلوں اور آسپوں کا اور نہ رخوں، ماہ رُخوں اور پیادوں کا! ایرانی انقلاب نے امریکہ کو ناکوں چنے چبوا دیئے۔ مگر افسوس کہ اس سپر پاور کے سر پر پُر غرور میں کسی درسِ عبرت کو قبول کرنے کا راستہ ہی نہیں ہے۔

امریکہ کو یہ یاد رکھنا چاہیئے اور ہم بھی بر ہمیشہ یاد رکھیں گے کہ انتخاب ۸۹ء میں اس کی حکومت اور اس کے گماشتوں اور سی آئی اے اور یہودی فرم کے کارپرداز مارک سیگل نے، نیز بھارتی خفیہ مداخلتوں نے شہزادی صاحبہ کو پاکستان کے کروڑوں عوام پر ڈرامائی طریقوں اور پروپیگنڈے کی ساحری اور مغرب میں حامیانہ لابی پیدا کر کے مسلط کیا ہے۔ مارک سیگل سے بے نظیر کا معاملہ ہی اسی غرض سے ہوا (یا کرایا گیا) تھا کہ اسرائیلی اور بھارتی لابی شہزادی صاحبہ کے لیے کام کریں۔ اِس خدمت کا معاوضہ ۳ لاکھ ۶۰ ہزار ڈالر سالانہ، ۳۰ ہزار ماہانہ طے پایا۔ نیز ۱۵ ہزار کا ایک زائد بل ادا کیا گیا۔ یعنی امریکہ خود تو جو کچھ کر رہا تھا وہ اپنی جگہ رہا، یہ پہلا موقع ہے کہ یہودی قوت کو پاکستان کے اُمور سے کھُلی کھُلی واقفیت اور مداخلت کا موقع دیا گیا۔

پاکستان کے مستقل شیعہ شاہی خاندان کی شہزادی صاحبہ کو راج پاٹ دلوانے کے لیے اتنا زور جن اغراض کے لیے لگایا گیا۔ ہماری رائے میں وہ کم سے کم یہ ہیں:

۱۔ پاکستان کے تمام اسرار و رموز سے لمحہ بہ لمحہ آگاہی رہے گی۔

۲۔ لادین جمہوریت کو فروغ دے کر ان دینی رجحانات کا زور توڑا جائے گا جو دستور اور قانون اور سیاست میں گھُستے چلے آ رہے ہیں۔

۳۔ مشنری سرگرمیوں اور انگریزی زدہ اسکولوں کے ذریعے محدود بے جان مذہبیت

ملحدانہ تہذیبی شعور، فاسقانہ معاشرت اور رندانہ ثقافت کو فروغ دلوا کر ظہورِ اسلام کے امکانات کے تمام راستوں کو بند کر دیا جا سکے گا۔

۴ ۔ شریعت، شریعت بل، شریعت کے فوجداری قوانین اور سزاؤں وغیرہ پر ایسی ملحدانہ اور منکرانہ بحثیں چھیڑ وائی جائیں گی کہ قرآن و حدیث کا احترام ہی نہیں رہے گا۔ اور دستور میں خدا کی حاکمیت کے جو الفاظ داخل ہو گئے ہیں، ان میں معنی کبھی پیدا نہ ہو سکیں گے۔ یعنی حاکمیتِ الٰہیہ کے تقاضے کے طور پر قانونِ الٰہیہ نافذ نہ ہو سکے گا۔

۵ ۔ خود ایک عورت کو پاکستان جیسے مسلم معاشرے پر ٹھونس کر "عورت بگاڑ" تحریکی مہم کو تیزی سے آگے بڑھایا جائے گا جو اسلامی معاشرت میں ایک دراڑ پیدا کرتی ہے۔

۶ ۔ ذرائع ابلاغ اور ثقافتی اداروں (خصوصاً سرکاری گرانٹ پانے والے) اور مختلف معاشرتی اور قومی تقریبوں کے موقعوں پر رقص و موسیقی کے طوفان اُٹھانے کے ساتھ شراب کے بھی دریا بہائے جا سکیں گے۔ ان طریقوں سے عوام کے جذبۂ اسلامی کو کچل جائے گا۔

۷ ۔ وزارت داخلہ، وزارتِ خزانہ، وزارت خارجہ (اور جہاں تک ممکن ہوا وزارتِ دفاع میں امریکہ ہدایت کارانہ پوزیشن حاصل کر سکے گا۔

۸ ۔ ایک نہایت ہی خفیہ پروگرام یہ ہے کہ پاکستان کی فوج جو دنیا میں اوّل درجے کی فوج ہے اُس کا پہلے تو امیج خراب کرانے کے لیے اس کے خلاف حملہ آورانہ بحثیں اور کردار کشی کا پروپیگنڈا کیا جائے، نیز بھارت کی پشت پناہی کر کے پاکستانی فوج کو جگہ جگہ اُلجھایا جائے تاکہ جہاں جہاں کوئی کمزوری یا خرابی ملے، اُس کو اچھالا جائے۔ جیسے سیاچن میں ایک محاذ کھل گیا ہے۔ امریکہ نے کوئی آواز بھارت کی اس ناجائز کارروائی پر نہیں اُٹھائی کیونکہ وہ ہمارا دوست ہے۔ اسی طرح کشمیر کی کنٹرول لائن سے وقتاً فوقتاً کبھی کبھار ہماری فوج پر اور کبھی نہتے شہری آبادی پر گولہ باری کر کے لوگوں کو موت کے حوالے کیا جاتا ہے۔ اس جارحیت پر امریکہ اور مغرب کی حکومتیں یا اخبارات کچھ نہیں کہتے، صرف خبریں اور تصویریں اپنی مقررہ

پالیسی کے مطابق دیتے رہتے ہیں۔

۹۔ یہ بات بھی امریکہ کے پروگرام میں شامل ہے کہ کسی نہ کسی طرح پاکستان کو بھارت کے سامنے دبو بنانا ہے اور بھارت کے ذریعے بھٹو صاحب کے ایک معاہدے کے تحت ثقافتی یلغاریں کراتے رہنا ہے۔

۱۰۔ ایک مقصد یہ بھی ہے کہ اپنی پسند کے حکمران کے ذریعے بیورو کریسی پر قابو حاصل کیا جائے۔ خصوصاً ایک نکتہ تو یہ اہم ہے کہ ایسے نالائق لوگوں کو اہمیت دے کر آگے لایا جائے یا نئے سرے سے بھرتی کیا جائے جو حکمران کے واسطے سے ہز ماسٹرز وائس سے ہدایت اخذ کریں۔ بلکہ انتخابات میں بھی ایسے لوگوں کو آگے لانے میں مدد دی جائے جو امریکی پروگرام کے مطابق مفید ثابت ہو سکیں۔ دوسرے مزاج کے افسروں کو ریٹائر کیا جائے یا لمبی چھٹی پر بھیجا جائے یا استعفیٰ طلب کر لیا جائے یا او، ایس، ڈی بنا کے لگا دیا جائے۔ جیسے آپ ایک اعلیٰ درجے کے ڈاکٹر کو حکم دیں کہ وہ مچھروں کی اقسام اور ان کے پَروں پر ۵ سال میں کیمیاوی اور بیالوجیکل تحقیقات کر کے اپنی رپورٹ پیش کریں۔ رپورٹوں کا ہمارے پاس بڑا وسیع اور محفوظ خزانہ ہے، اس میں ڈاکٹر کی رپورٹ بھی ڈال دی جائے گی۔ سو سال بعد کوئی حکمران تعمیری مزاج کا آئے گا تو وہ اس خزانے سے موتی ہیرے تلاش کرائے گا۔

۱۱۔ پاکستان میں روس کی کے جی بی، کابل کی خاد، انڈیا کی را کے ساتھ امریکہ کی سی آئی اے سے جاسوسی بھی کرائی جاتی رہے اور احکام اور ریلوں اور سرکلروں وغیرہ کی کاپیاں بھی حاصل کی جاتی رہیں۔ پاکستان کے ایک فائیل کا پیٹ امریکہ میں کھولتا جائے اور وہاں یہ تک معلوم ہو کہ کس بیری کے درخت پر کتنے پتے ہیں۔

یہ چیزیں سپر پاورز یا سامراجی قوتیں، خصوصاً ساہوکارانہ دبدبے کے بل پر دوسری حکومتوں کی ساورینٹی پر سواری کرنے کا شوق رکھنے والی ریاستیں معمولاً کرتی تو ہر جگہ ہیں، مگر بڑی احتیاط سے۔ تاکہ بائیں ہاتھ کے کرتب کا پتہ دائیں ہاتھ

کو نہ پیل سکے۔ لیکن یہاں تو دونوں ہاتھوں سے تالی کھلم کھلا بجائی جا رہی ہے۔

ہمارے ساتھ ظلم یہ ہو رہا ہے کہ ہماری ساورینٹی کو بے باکی سے پامال کر کے دُنیا کی ایک طاقت یہ کہتی ہے کہ چونکہ تم ہم سے اسلحہ اور قرضہ لیتے ہو لہٰذا احتساب کے عمل سے فلاں کو مت گذارو، احتساب کرنا ہی ہے تو ۱۹۸۵ء سے کرو، فلاں کے اقتدار تک پہنچنے کا راستہ مت روکو، جمہوریت کے شیشۂ نازک کو کہیں بال نہ آنے دو، بھارت کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھنے کی بھی جرأت نہ کرو، وہ طاقت ہمارے انتخابی عمل کا جائزہ لینے کے لیے آدمی بھجوا چکی ہے، اور شاید ہماری پوری نگرانی کرنا چاہتی ہے۔

یعنی ساورینٹی کے اُوپر ایک اور ساورینٹی یا سکھوں کے لطیفوں کی روشنی میں ایک کاٹھی ڈالنے کے بعد اس پر ایک اور کاٹھی۔

نہیں تو کُٹّی!

یعنی دوستی کی شرط یہ ہے کہ ہمیں روایتی پیر تسمہ پا کی طرح اپنے کندھوں پر سوار کر لو۔ نظام وہ چلاؤ جس کی منظوری ہم دیں۔ احتساب کے چکر سے ہمارے کسی دیوانے یا کسی دیوانی کو نہ گذارو کہ اس کا دامن یا آنچل اُلجھ جائے اور وہ انتخاب سے محروم ہو جائے۔

کبھی یہ حکم کہ یونیورسٹیوں اور کالجوں کو نیشنلائزیشن اور سنٹرلائزیشن سے نجات دے کر تعلیم کو آزاد کر دیا جائے۔ کبھی یہ فرمان کہ فلاں فلاں چیزوں پر اتنے اتنے ٹیکس لگائے جائیں۔ اور بجٹ اس اس طرح کا بنایا جائے۔ ایک طرف یہاں کا امریکی سفارت خانہ، دوسری طرف امریکہ سے آنے والے سینیٹروں کے وفود، تیسری طرف خود امریکہ کے قصرِ اسپید سے بھی اور سینیٹروں کی طرف سے بھی جاری ہونے والے بیانات اور مشورے اور چوتھی طرف امریکہ اور یہودی اخبارات و مجلات میں ہدایات بنام پاکستان۔ اور پانچویں طرف ورلڈ بنک اور انٹرنیشنل ڈیویلپمنٹ بنک کے ناز نخرے! آخر یہ سلسلہ کیا ہے؟ کیا ہم غلام ہیں؟

کیا ہمیں قرضے اور اسلحہ دے کر ان کے بدلے میں ہماری آزادی اور عزت اور خودداری کو خرید ا گیا ہے ؟ کیا یہ قدیم ساہوکاروں کا سا کوئی جال ہے ؟
کیا پاکستان امریکہ کی نوآبادی ہے ؟
کیوں ایسے طریقے اختیار کیے جاتے ہیں کہ کچھ اثر صدر صاحب پر بھی پڑے، کچھ غیر شعوری طور پر عدالتوں پر پڑے، کچھ فوجی سربراہ اور افسروں پر پڑے، کچھ مختلف سیاسی گروہوں اور لیڈروں پر پڑے ۔
اس طرح کی مداخلت ہو رہی ہو تو گویا ہماری ساورینٹی کو دیمک لگ گئی ۔
براہِ کرم اس سلسلے کو بند کیا جائے !

اور اب تو انڈیا کی سازشی مہارت سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے صدام کو سازشی مہرہ بنا کر اسرائیل کو بچانے کے لیے نسبتاً جمہوری اور فلاحی ریاست کویت کو قربانی کا بکرا بنا دیا گیا تاکہ وہ تمام اسلامی سرگرمیاں بند ہو جائیں جن کا سرچشمہ قوت کویت میں تھا۔ آگے پروگرام یہ ہے کہ سعودی عرب کے خرچ پر امریکی بیڑے اور مغربی اقوام عالمِ اسلام کے قلب میں جمع ہو کر ایک تونیل پر جبری قبضہ کریں، دوسرے مسلمانوں پر نظر رکھیں کہ کہیں سے فنڈا منٹلزم سر نہ اُٹھانے پائے ۔
مسلمان یہ سب کچھ خاموشی سے دیکھ رہا ہے اور اگر اس کی خاموشی کا طوفان اُمڈ پڑا تو سارے بیڑے غرق ہو جائیں گے ۔

حکمتِ سیّد مودودیؒ

انتخابات میں
ٹھیٹھ ایمانداری برت کر دکھائیے

"..... آپ اپنے کارکنوں کو ایک نصب العین اور ایک ضابطۂ اخلاق دے کر سیاسی جدوجہد کے عرصۂ کارزار میں لائیں ۔ اور پھر سخت سے سخت مواقع پر انہیں اس نصب العین اور ضابطۂ اخلاق سے ہٹنے نہ دیں ۔ انہیں انتخابی معرکے میں اُن پارٹیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے آگے بڑھائیں جو اخلاق و دیانت کے سارے اُصولوں کو توڑ کر بازی جیتنے کی کوشش کرتی ہیں ، اور پھر اس امر کی پوری نگرانی کرتی ہیں کہ انتہائی جنگ کی انتہائی گھما گھمی میں بھی آپ کے کارکن اخلاق کے کسی ضابطے اور دیانت کی کسی حد کو توڑنے نہ پائیں ۔ اِن آزمائشوں میں جن لوگوں سے کسی لغزش کا صدور ہو ، ان پر گرفت کیجیے ، جو قابلِ اصلاح ہوں اُن کی اصلاح کی کوشش کیجیے اور دیکھیے کہ وہ بعد کی آزمائشوں میں کیسے ثابت ہوتے ہیں اور جن کی حالت ناقابلِ اصلاح پائی جائے ، انہیں اُٹھا کر پھینک دیجیے ۔ (تحریکِ اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل ۔ ص ۱۷۹ - ۱۸۰ ۔ طبع دوم)

آئندہ ہر انتخاب کے موقع پر یہ بات نہ صرف کارکنانِ جماعت پر ، بلکہ جماعت کی حمایت میں جو لوگ کام کریں ان پر بھی اچھی طرح واضح کر دی جائے کہ جماعتِ اسلامی انتخابات میں کوئی نشست جیتنے کی بہ نسبت زیادہ ، اور بدرجہا زیادہ اہمیت اِس امر کو دیتی ہے کہ انتخابات کو بداخلاقیوں اور بے ضابطگیوں سے پاک کیا جائے ۔ اور انتخابی جنگ میں اخلاقی حدود اور قانون و ضابطے کی پوری پوری پابندی کا نمونہ پیش

کیا جائے۔ کیونکہ سیاست کو صداقت اور دیانت پر قائم کرنا جماعت کے بنیادی مقاصد میں سے ایک ہے، اور اسی مقصد کو ہم کسی بڑے سے بڑے وقتی فائدے پر بھی قربان کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس بنا پر مجلس شوریٰ نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ کسی ایسے رُکنِ جماعت کو ہرگز معاف نہ کیا جائے جو کبھی انتخابی جدوجہد میں اخلاق اور ضابطے کی حدود سے تجاوز کرے۔ اور جماعت کے باہر کے جن لوگوں سے اس طرح کی حرکات کا صدور ہو، آئندہ کے لیے ان کا تعاون قبول کرنے سے انکار کر دیا جائے۔

(روداد مجلسِ شوریٰ۔ اپریل ۱۹۵۱ء۔ ص ۲۲-۲۳۔ اقتباس از لائحہ عمل صفحہ ۱۸۲-۱۸۳)

پھر اصلاحِ معاشرہ سے اگر آپ کی مراد معاشرے کو اسلامی نظامِ زندگی قائم کرنے کے لیے تیار کرنا ہے تو ووٹر کو صحیح انتخاب کے لیے تیار کرنا اس کے دائرۂ عمل سے خارج کیسے ہوسکتا ہے؟ اور یہ کام کیے بغیر کس طرح ممکن ہے کہ آپ کا معاشرہ کبھی فاسد قیادتوں کو ہٹا کر کوئی صالح قیادت برپا کرنے کے قابل ہو سکے۔

آپ کو اس کے لیے ووٹر کی اخلاقی قدریں بدلنی ہوں گی، اُسے اسلامی نظام سے روشناس کرانا ہوگا۔ اس میں اسلامی نظام کی طلب پیدا کرنی ہوگی، اس کو صالح اور غیر صالح کی تمیز دینی ہوگی۔ اس کو یہ احساس دلانا ہوگا کہ اس ملک کی بھلائی اور بُرائی کا ذمہ دار براہِ راست وہ خود ہے۔ اس میں اتنی اخلاقی طاقت اور سوجھ بوجھ پیدا کرنی ہوگی کہ ذہن کے عوض اپنا ووٹ نہ بیچے، نہ دھونس میں آکر اپنے ضمیر کے خلاف کسی کو ووٹ دے، نہ دھوکا دینے والوں کے دھوکے میں آئے، اور نہ دھاندلیوں سے بددل ہو کر گھر بیٹھ رہے۔

(تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل۔ ص ۲۱۱۔ اشاعت دوم)

تبدیلی قیادت کے لیے آپ اگر واقعی کچھ کرنا چاہتے ہیں تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ اس گندے کھیل میں پاکیزگی کے ساتھ آیئے، تمام برے ہتھکنڈوں کا مقابلہ صحیح طریق سے کیجیے۔ جعلی ووٹ کے مقابلے میں اصلی ووٹ لایئے۔ دھن سے ووٹ خریدنے والوں کے مقابلے میں اصول اور مقصد کی خاطر ووٹ دینے والے لاکر دکھایئے۔ دھوکے اور جھوٹ اور فریب سے کام لینے والوں کے مقابلے میں سچائی اور راستبازی کا مظاہرہ کیجیے۔ دھونس اور زبردستی سے ووٹ لینے والوں کے مقابلے میں ایسے ووٹر پیش کیجیے جو بے خوف ہو کر اپنے ضمیر کے مطابق ووٹ دیں۔ دھاندلیوں کے مقابلے میں ٹھیٹھ ایمانداری برت کر دکھایئے۔ ایک نہیں، دس دفعہ ناکامی ہو۔ آپ کوئی تبدیلی یہاں لاسکتے ہیں تو اسی طریقے سے لاسکتے ہیں۔

(تحریک اسلامی کا آئندہ لائحہ عمل صفحہ ۲۲۶ - ۲۲۷ - اشاعت دوم)

گورباچوف نے کہا

امام ترمذی کے افکار سے مسائل کا حل کیا جائے!

ایک خبر کی تلخیص

ماسکو - ۲۳ ستمبر (پ پ ا) صدر گورباچوف نے کہا کہ عظیم مسلم سکالر اور فلسفی "امام ترمذی" کے افکار سے آج کی پریشان دنیا کے مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ وہ ازبکستان کے دارالحکومت تاشقند میں ان مسلم رہنماؤں اور سکالرز سے ملاقات کے دوران اظہار خیال کر رہے تھے جو "امام ترمذی" کی برسی کے موقع پر تاشقند میں منعقد ہونے والی "اسلامی کانفرنس" میں شرکت کے لیے وہاں جمع ہوئے تھے۔ اس دوران میں پریسٹرائیکا، مشرق وسطیٰ کے خلیجی حالات اور ان حالات میں اسلام کے اثرات و ممکنات پر غور کیا گیا۔ صدر گورباچوف اس بات کے قائل ہو گئے کہ کانفرنس کے شرکاء مسلم سکالرز اور قائدین مشرقِ وسطیٰ کے مسلمانوں کے نزاعات کو حل کرانے میں اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔ (نوائے وقت لاہور ۲۳ نومبر ۱۹۹۰ء ص ۸) — رسالہ کے پریس جاتے جاتے۔

دینی جدّوجہد کا اصل محور

(عصرِ حاضر کو ملحوظ رکھتے ہوئے)

جناب سید محمد صمیم پاشا صاحب

قرآن مجید کی تلاوت کرنے والوں میں شاید ہی کوئی ایسا فردِ بشر ہو جس کی نظر سے ایسی بے شمار آیات نہ گذریں۔ مثلاً:

— لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا

(بنی اسرائیل ۳۹)

"اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہ بنا بیٹھ ورنہ تو جہنم میں ڈال دیا جائے گا ملامت زدہ اور ہر بھلائی سے محروم ہو کر۔"

— اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ — (لقمٰن - ۱۳)

"شرک بہت بڑا ظلم ہے۔"

— وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ - ص - ۶۵)

"کوئی بھی معبود نہیں مگر اللہ جو یکتا ہے، سب پر غالب"۔

— لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (زمر - ۶۵)

" اگر تم نے شرک کیا تو تمہارا عمل ضائع ہو جائے گا۔ اور تم خسارے میں رہو گے۔"

مگر ایسی اور اسی مضمون کی سینکڑوں دوسری آیتوں کا ادنیٰ سا تاثر لیے بغیر بھی رہ جائے۔ اسی طرح دینِ اسلام سے سرسری واقفیت رکھنے والا بھی کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اس دین کی تعلیمات اور اس کی تبلیغ کا مرکز و محور ہر حال اور ہر زمانے میں شرک کی تردید کرنا اور لوگوں کو بندگیٔ رب کی ترغیب دینا ہی مقرر کیا گیا ہے۔ اور باوجود اس کے کہ گزشتہ صدیوں میں اسلام کے نام لیواؤں میں سے مختلف گروہوں نے دین کی اس بنیادی تعلیم کو دعوت و تبلیغ کے میدان میں عملاً نظر انداز بھی کیا ہے، لیکن چار دانگ عالم میں یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ مذہبِ اسلام کا سرِ فہرست حکم ہی وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا (نساء ۳۶) "اور تم سب اللہ ہی کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ"۔ ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ دینی جدوجہد میں مرکزی اہمیت اسی بات کو حاصل ہے کہ لوگوں پر شرک کی قباحت و کراہت کو واضح کیا جائے اور اس کے ارتکاب کے دنیوی و اُخروی مہلک نتائج سے خبردار کرتے ہوئے صرف اللہ ہی کو الٰہِ واحد اور رب تسلیم کرنے اور اسی ایک کی بندگی و نیازکیشی اختیار کرنے پر ان کو آمادہ و تیار کیا جائے۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر اسلام کی باقی ساری عمارت تعمیر ہوتی ہے، یہی وہ جڑ ہے جس پر قائم رہ کر ایمان کا شجر پھل پھول سکتا ہے۔ اور یہی وہ اصل پیغام ہے جس کو لے کر تمام انبیاء علیہم السلام آئے تھے۔ اور اسی کی فہمائش اور تلقین ان کی کُل جدوجہد کی غایتِ اُولیٰ رہی تھی۔ قرآن مجید میں کئی مقامات پر صراحت کے ساتھ اس کا ذکر ہے اور صرف سورۂ اعراف ہی میں چار مقامات پر ان کی اس دعوت کو، ایک ہی پیرائے میں ان الفاظ کے ساتھ نقل فرمایا ہے:

يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ۔

(آیات: ۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵)

"اے برادرانِ قوم! اللہ کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی اِلٰہ نہیں"۔

سورۂ نحل کی ایک آیت اس بارے میں نہایت جامع ہے:

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ (النحل-۳۶)

(ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیج دیا۔ اور اس کے ذریعے سے، سب کو خبردار کر دیا کہ اللہ کی بندگی کرو اور طاغوت کی بندگی سے بچو)

چنانچہ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بعثت بھی اصلاً یہی تھا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ۔ قُلْ اِنَّمَا یُوْحٰۤی اِلَیَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۚ

(انبیاء - ۱۰۸)

(اے نبیؐ، ہم نے تم کو دنیا والوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ ان سے کہو میرے پاس جو وحی آتی ہے وہ یہ ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی معبود ہے۔ پھر کیا تم سر اطاعت جھکاتے ہو)۔

اور یہی وہ بات تھی جس کے لیے آپؐ مکہ کی گلیوں میں اللہ کے بندوں کو پکارتے تھے کہ قُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، تُفْلِحُوْا (کہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور کامیاب ہو جاؤ)۔

انبیاء کا سلسلہ جب نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا، تو اُس کے بعد آپؐ کے جانشین آپؐ کی اُمت ہے، جسے هُوَ اجْتَبٰكُمْ (اُس نے تمہیں چن لیا ہے) کا مژدہ سنا کر اور كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (اب دنیا میں وہ بہترین گروہ تم ہو جسے انسانوں کی ہدایت و اصلاح کے لیے میدان میں لایا گیا ہے)، اور كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا (اسی طرح ہم نے تم کو ایک اُمتِ وسط بنایا ہے)، سے اُس کے مقام و مرتبہ کا تعین کر کے، سارے عالم میں دینِ حق کی شہادت و اشاعت پر مامور کیا گیا۔ مگر یہ بڑی ہی دردناک حقیقت ہے کہ جس قوم کو اس عظیم اور اہم ترین منصب پر فائز کیا گیا تھا، اس میں فی زمانہ کم ہی لوگ ایسے رہ

گئے ہیں جو اس ذمہ داری کا احساس رکھتے ہیں۔ اور اس کا جمِ غفیر خوابِ غفلت کا شکار ہے۔ اللہ کے پسندیدہ دین — اسلام — کی علمبرداری کا کام اس کے سپرد تھا، اور اب اس کا قلیل حصہ ہی اس کام کی اہمیت کو سمجھتا ہے، بلکہ بڑے بڑے گروہ اس کے اندر ایسے پیدا ہو گئے ہیں جو نت نئی ضلالتوں کا علم اُٹھائے ہوئے سواد السبیل سے کہیں دُور چلے جا رہے ہیں۔ اسلام کا سب سے نمایاں وصف ہی اس کا دینِ حنیف ہونا ہے: وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ (اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اُس کے لیے خالص کر کے، بالکل یک سُو ہو کر — بیّنہ ۵) لیکن وائے افسوس ملّت کی اکثریت ایمان کی اس اصل جڑ کے تحفظ و استحکام اور آبیاری سے بے خبر ہے۔ چنانچہ اُمت کا وہ سرسبز و شاداب شجرِ سایہ دار جو کبھی خدا فراموشی کے ویرانوں میں بندوں کو اُن کے ربّ کی رحمت و شفقت سے معمور ٹھنڈی چھاؤں مہیا کرتا تھا، اپنے اندر انہیں کھینچ لاتا تھا، اب سُوکھا اور اُجاڑ ہو کر اسی ویرانے کا حصہ بنتا جا رہا ہے۔ شاید وہ زمانہ آ گیا ہے جس کے بارے میں الصادق والمصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی کہ: بَدَأَ الاسلام غریبا وسیعود کما بدأ غریبا (اسلام کا آغاز اجنبیت (بے کسی) کی حالت میں ہوا تھا اور پھر اُسی بے کسی کی حالت میں لوٹ جائے گا۔ صحیح مسلم)۔

اس اُمت آخیر کی حالت یہاں تک گر چکی ہے کہ اُس کے اندر اس کے بے شمار فرقوں کے زیرِ سرپرستی، مشرکانہ تصورات، جاہلانہ رسومات اور عقیدہ کی بدعتوں کا وسیع پیمانے پر نشوونما ہو رہا ہے۔ جس اُمت کو تمام عالم کے لیے حق کا گواہ بننا تھا، جسے جاہلانہ اوہام و خرافات کے تاریک اندھیرے چھانٹ کر نُورِ توحید سے دُنیا کو منوّر کرنا تھا، زمانے کی قیادت کر کے كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ (مائدہ - ۸) (اللہ کی خاطر راستی پر قائم رہ کر انصاف کی گواہی دینے والے بنو) کی ہدایت پر عمل کرنا جس کی ذمہ داری تھی، ان فرقوں نے اُسے ناکارہ بنا کر رکھ دیا

ہے۔ جیسے اہلِ کتاب کو غلو فی الدین کے نقائص بتا کر الدین القیم کی طرف بلانا تھا خود اُسی کو اُن کے نقشِ قدم پر شبر بشبرٍ وّ ذراعا بذراعٍ (بالشت بالشت اور گز گز پہ) چلایا جا رہا ہے۔

ان فرقوں کے احبار و رہبان (علماء و مشائخ) نے طغیان و استکبار کی قدیم مشترکہ خواہشات کے زیرِ اثر، آخرت کی جواب دہی سے لاپروا ہو کر، حدود اللہ کا پاس نہ کر کے، تمسک بالقرآن والسنّۃ سے مستغنی ہو کر یا ان کی من پسند تاویلات کر کے، عوام کے لیے طرح طرح کی ضلالتیں جمع کر دی ہیں۔ نت نئی بدعات آئے دن گھڑتے ہیں اور عوام میں لا کر انہیں پھیلا دیتے ہیں۔ ان کے بقول انہیں ان ساری خرافات کے لیے قرآن وسنّت ہی سے دلیلیں ملتی ہیں۔ افسوس ان کے حال پر کہ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا کی تنبیہ کے باوجود نہ چونکے نہ جھجکے۔

قبر پر نشانی کے لیے پتھر لگانے کی حدیث سے بزرگوں کی قبروں پر بلند و بالا گنبد بنا کر انہیں مزین کرنے کے لیے انہوں نے استنباط کیا ہوا ہے۔ نَم کنومۃ العروس والی حدیث سے یہ مروجہ عرسوں کے لیے انعقاد کی اجازت بھی ڈھونڈ کر لاتے ہیں! انصار کی بچیوں کے دف بجانے والی حدیث سے یہ سماع بالمزامیر کو بھی ثابت کرتے ہیں! اور ایسی محافل منعقد کرتے ہیں، جن میں نہ صرف آلاتِ مزامیر کے ساتھ سماع ہی کی بدعت ہوتی ہے، بلکہ ہر طرح کے کُفر و شرک کو علی الاعلان نعتوں اور قصیدوں کی شکل میں نشر کیا جاتا ہے۔

ایک طرف لوگوں کو اولیاء پرستی کا سبق پڑھا رہے ہیں۔ چنانچہ بزرگوں کی اتباع تو مقصود نہیں رہی، البتہ ان کی شخصی عقیدتوں سے اُن کے بڑے بڑے خیالی بُت تراشے گئے ہیں۔ مشکل کشا سمجھ کر انہیں حاجتوں میں پکارا جاتا ہے۔ بے سروپا واقعات کی ہزار داستانیں ان کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ اللہ کی ربوبیت کا احساس بھی کم ہے اور اس سے اُمیدیں بھی کم ہیں، لیکن ان کے آستانوں پر سوالیوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ پروردگار کی کرم نوازیوں پر تشکر بھی برائے نام ہے۔ مگر ان کے مقابر کو سجانے

کا اہتمام خوب ہے۔

دوسری طرف اہلِ بیت کے مصائب کا ذکر، جو راہِ حق میں انہیں پہنچے، نہایت یاس انگیز طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ نوحوں اور مرثیوں میں کرب و بلا کے نقشے اس طرح کھینچے جاتے ہیں کہ ان کی متواتر سماعت کے بعد، پھر شاید ہی کسی کو آوازۂ حق کی جرأت ہو سکے۔ سوگ منانے کے باقاعدہ پروگرام تشکیل دیئے جاتے ہیں، جن کے ذریعے وہ ساری جاہلانہ رسومات فروغ پا رہی ہیں جن کا طعنہ کبھی دوسرے مذہبوں کو دیا جاتا تھا۔ سینہ کوبی کو، علم اور تعزیہ داری کو، تابوت اور شبیہوں کے جلوسوں کو مذہب کی سند عطا کی گئی ہے۔

اس کے علاوہ آیاتِ متشابہات اور احادیث کے بعض متشابہ اجزاء کی انوکھی فلسفیانہ تاویلات کے ذریعہ حلول اور وحدت الوجود کے غیر منصوص بلکہ دینِ حنیف کے سامنے متصادم تصورات کو تزکیۂ نفس کی راہ سے مقبول بنا رہے ہیں۔ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝ مائدہ - ۱۵ (تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی آگئی اور ایک حق نما کتاب) اس آیت سے عجیب و غریب نکات اخذ کر کے ایسی نادر تفسیریں سنا رہے ہیں کہ بشریتِ رسول کا ناگزیر اسلامی عقیدہ قبول کرنے کے لیے عوام آسانی سے تیار نہیں ہوتے۔ شفاعت کے دینی تصور کو نت نئی آلائشوں کے ساتھ اس طرح پھیلا رہے ہیں کہ یہ تصور اگر ذہنوں میں راسخ ہو جائے تو پھر قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ۔ تحریم - ۶ (بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے)، کا حکم غیر مؤثر ہو جاتا ہے۔

الغرض یہ تو چند ایک ہی خرابیوں کا ذکر ہے ورنہ تو بدعات و مشرکانہ خرافات کا ایک وسیع کاروبار اس اُمت میں پھیلایا گیا ہے، اور اب یہ اس حال کو پہنچ گئی ہے کہ امامت و قیادتِ زمانہ کی بات دُور رہی: اپنی عزت بچا کر رہنے سے بھی عاجز ہے اور در در کی ٹھوکریں کھا رہی ہے۔ استغنائیت کو بنیاد نہ بنا کر اور بعض شہروں اور علاقوں کی بظاہر مختلف حالت سے دھوکہ نہ کھا کر، بغور جائزہ لیا جائے تو اس

حقیقت سے انکار محال ہے کہ عام آبادی انہی فرقوں کے زیر اثر ہے۔

ان حالات کا جائزہ دل شکستگی یا ہمت ہار کر بیٹھ رہنے کے لیے نہیں ہے، بلکہ حقیقت کُشائی مطلوب ہے تاکہ دینی جدوجہد کو صحیح سمت دے کر تیز تر کیا جا سکے۔ یوں بھی ایک مومن شدید سے شدید کیفیات کے باوجود مایوس نہیں ہوتا، بلکہ کامیابی کے امکانات پر غور کرتا ہے، کام کے نئے نئے ذرائع و وسائل تلاش کرتا ہے اور اپنے رب سے اُمید کے سہارے اُس کے دین کی خدمت میں لگا رہتا ہے۔ چنانچہ اس نظریے سے دیکھا جائے تو سب سے روشن پہلو یہ نظر آتا ہے کہ اب بھی اس قوم میں بہر حال ایسے لوگ موجود ہیں جو مسئلہ کی نوعیت کو کچھ نہ کچھ سمجھتے بھی ہیں اور مذکورہ بُرائیوں پر نہ صرف رنجیدہ و کبیدہ خاطر ہی ہیں بلکہ ان کے خلاف کسی نہ کسی قدر سعی بھی کرتے ہیں۔ یہ افراد ہی اُمید کی وہ کرنیں ہیں جو اگر یکسوئی کے ساتھ مجتمع ہو سکیں تو اِنشاء اللہ سورج بن کر طلوع ہوں۔ لیکن ان لوگوں کو بعض اندیشے اور غلط فہمیاں ایسی لاحق ہیں جو دل جمعی کے ساتھ ان کے تدارک پر آمادہ کرتے ہیں، ان کے لیے رکاوٹ بن رہی ہیں، اس لیے پہلے مرحلے پر انہی کا ازالہ ضروری ہے۔

ایک عام غلط فہمی یہ ہے کہ "یہ برائیاں صرف یہی تو نہیں ہیں اور دوسری بھی تو ہیں، جو قوم کو بگاڑے دے رہی ہیں۔ یہ رشوت اور بد دیانتی کا عام رواج، فحاشی و عُریانی کا بڑھتا ہوا سیلاب، بے رحمی و بربریت کے روز افزوں مظاہرے اور یہ اخلاقی و معاشرتی نوعیت کے سینکڑوں جرائم —— یہ بھی تو آخر پھوڑے اور ناسور بن کر جسدِ ملت کو تباہ کیے دیتے ہیں، ان برائیوں کا بھی تو اثر معاشرے پر ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی تو سہولت ہے کہ عام لوگ چونکہ خود بھی ان سے نالاں ہیں۔ اس لیے ان کے خلاف تبلیغ میں بھی آسانی ہے۔ ذرا سی محنت سے ان کے نقصانات سمجھائے جا سکتے ہیں۔ بعد میں بتدریج حکمت و مصلحت کے ساتھ عقیدہ کی اصلاح بھی ہو جائے گی۔

ان خیالات اور اس نظریۂ سہولت کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دعوتِ توحید ان

کی دینی مساعی میں ایک ثانوی درجہ کی شے بن کر رہ جاتی ہے اور اپنا وہ حقیقی حصّہ لینے سے محروم جو تبلیغی کاموں میں اس کے لیے ہونا چاہیے تھا، بلاشبہ دوسری خرابیاں بھی قوم کو روگ لگا رہی ہیں ۔ اور یقیناً ان سے صرف نظر بھی غیر مناسب ہے۔ اور اس خیال کی تائید بھی مقصود نہیں ہے کہ فی الوقت ساری تبلیغ کو شرک کے خلاف ہی مرکوز ہونا چاہیے ۔ کیونکہ حالات مکّی دَور سے مماثل ہیں ۔ اور نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دعوت کے اس مرحلے میں صرف شرک ہی پر نکیر فرمائی تھی اور اخلاقی و معاشرتی بُرائیوں پر مدنی دَور میں آواز بلند کی تھی ـــــ نہیں، صحیح موقف یہ ہے کہ اسلام ایک مکمل دین اور ایک جامع تصوّرِ حیات ہونے کی حیثیت سے معاشرے کا ہمہ پہلو جائزہ لیتا ہے ، اور قطعِ نظر اس سے کہ موجودہ حالات مکّی دَور سے کتنی اور کیسی مماثلت رکھتے ہیں، آخر نبی صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فریضۂ رسالت کی ادائیگی میں، ان دوسری اقسام کے عیوب پر نہ صرف مدنی دَور میں بلکہ مکّی دَور میں بھی تو گرفت فرمائی تھی ـــــ قرآن مجید سے یہ حقیقت نمایاں ہے ۔ اور مکّی سورتوں میں ان معاصی کے لیے بھی زجر و توبیخ پائی جاتی ہے ۔ لیکن دوسری طرف قرآن مجید ہی سے یہ بھی واضح ہے کہ آپ کی تمام تر جد و جہد کا محور مکّہ ہی نہیں ، مدینہ میں بھی ایک ہی تھا ، یعنی اللہ کے بندوں کو شرک کی غلاظتوں سے نکال کر اُسی یکتا و تنہا کی عبودیّت و اطاعت پر آمادہ کرنا ۔

(باقی)

نماز

جناب عبدالرشید عراقی صاحب

(۲)

نماز متعین اوقات میں ادا کرنا ضروری ہے

پانچوں نمازیں متعین اوقات میں ادا کرنا بہت ضروری ہیں۔ اور یہ اوقات اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَابًا مَّوْقُوْتًا۔ [۱]

بے شک نماز ایمان والوں پر پابندیٔ وقت کے ساتھ فرض ہے۔

قرآن مجید میں اس کے اوقات کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے۔

اَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِدُلُوْکِ الشَّمْسِ اِلٰی غَسَقِ الَّیْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ اِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ کَانَ مَشْهُوْدًا [۲]

نماز ادا کیجیے آفتاب کے ڈھلنے (کے بعد) سے رات کے ہونے تک اور صبح کی نماز بھی۔ بے شک صبح کی نماز حضوری کا وقت ہے [۳]

---

[۱] النساء - ۱۰۳ [۲] بنی اسرائیل - ۷۸

[۳] بعض مفسرین نے دلوک سے نماز کے تین اوقات ظہر، عصر، مغرب اور غسق اللیل سے عشاء کی نماز کا استنباط کیا ہے اور قرآن الفجر سے صبح کی نماز ثابت کی ہے۔ تفصیل کے لیے علامہ سید سلیمان ندوی کی سیرۃ النبی جلد پنجم ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا عمل سب سے زیادہ پسند ہے تو آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَلصَّلٰوۃُ لِوَقْتِہَا۔[1]

اپنے وقت پر نماز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے بعض صحابہؓ نے زندگی بھر اور ہر موقع پر اس کی پابندی کی۔ یہاں تک کہ جہاد اور قتال کے موقع پر بھی اس میں کوئی تبدیلی گوارا نہیں کی اور اس عمل اور عبادت میں اس قدر تواتر، تسلسل اور اجماع رہا، جس کی نظیر دنیا کی کسی ملت اور تاریخ کے کسی دور میں نہیں ملتی۔ اُمتِ اسلامیہ نسل در نسل اس کو حفاظت کے ساتھ منتقل کرتی رہی۔ اور نازک سے نازک ساعت اور سخت سے سخت آزمائش اور تاریک سے تاریک دور میں بھی وہ ایک دن کے لیے ملتوی نہیں کی گئی۔[2]

نماز گناہوں کا کفارہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

الصلوۃ الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ ورمضان الی رمضان مکفرات لما بینھن اذا اجتنبت الکبائر[3]

"پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک اپنے درمیانی زمانے میں (سرزد شدہ گناہوں) کا کفارہ ہے، جب کہ کبیرہ گناہوں سے بچا جائے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"مجھے بتاؤ کہ اگر تم لوگوں میں سے کسی کے دروازے پر نہر بہتی ہو

۱؎ بخاری و مسلم مشکوٰۃ ص ۵۸۔   ۲؎ ارکانِ اربعہ ص ۴۱، ۴۲۔

۳؎ صحیح مسلم مشکوٰۃ ص ۵۷۔

اور اُس میں وہ روزانہ پانچ مرتبہ نہاتا ہو۔ کیا اس کے بدن پہ کچھ میل رہ جائے گی۔ لوگوں نے کہا، بالکل نہیں رہے گی۔ آپ نے فرمایا: یہی حالت پانچوں نمازوں کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے خطائیں معاف کرتا ہے۔"[۱]

نماز میں خشوع ضروری ہے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز خشوع وخضوع سے پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

من صلی سجدتین لیسھوا فیھا غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ[۲]

"جو شخص دو رکعت نماز اس طرح پڑھے کہ ان میں غافل نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اس کے پہلے تمام گناہ معاف کردے گا"

اور قرآن مجید میں آتا ہے:

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ[۳]

"یقیناً وہ مومنین فلاح پاگئے جو اپنی نماز میں خشوع رکھنے والے ہیں"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو نماز کے ساتھ جو شغف تھا، وہ محتاج بیان نہیں۔ اور حق تو یہ ہے کہ نماز ہی اسلامی زندگی کا وہ منبع ہے جس سے حیاتِ انسانی کا یہ دھارا پھوٹ کر نکلتا ہے۔ حیاتِ اسلامی کا دریا اسی کوزے میں بند اور ایمانی زندگی کا صحرا اسی ذرہ میں پنہاں ہے۔ توحید کے درخت کا پہلا ثمر یہی نماز

---

[۱] بخاری ومسلم، مشکوٰۃ ص ۵۷۔

[۲] مسند احمد، مشکوٰۃ ص ۵۷

[۳] المومنون ۱-۲

ہے۔ اور اسلامی زندگی کا ہر گوشہ اسی کے پرتو سے روشن اور اسی کے نور سے منور رہے۔

حضرت امام شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

اعلم ان الصلوٰۃ اعظم العبادات شانا واوضحها برهانا واشهرها فی الناس انفعها الی النفس ولذلك اعتنی الشارع ببیان فضلها وتعیین اوقاتها وشروطها وارکانها وآدابها ورخصها ونوافلها اعتناء عظیما لم یفعل فی سائر انواع الطاعات وجعلها من اعظم شعائر الدین۔[1]

"جاننا چاہیے کہ تمام عبادتوں سے بڑھ کر عظیم الشان ثبوت کے لحاظ سے سب سے زیادہ یقینی اور سب سے زیادہ مشہور رکن ہے۔ اور نفس انسانی کی اصلاح میں سب عبادتوں سے زیادہ نافع اور مؤثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اس کی فضیلت بیان کرنے میں اس کے اوقات کے تعین اور اس کے شروط و ارکان اور آداب، رخصتوں اور نوافل کے بیان کرنے کا سب عبادتوں سے زیادہ اہتمام کیا ہے، اس قدر کہ تمام طاعات میں سے کسی کے لیے بھی اتنا اہتمام نہیں کیا گیا۔ اور دین کا اسے ایک عظیم الشان شعائر قرار دیا ہے۔"

اسلام کے ارکان میں نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے، اور نماز مومن کی معراج ہے۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الصلوٰۃ معراج المومن

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی (م ۱۰۳۴ھ) فرماتے ہیں:

" اگر نماز کو کامل طور پر ادا کر لیا تو گویا اسلام کی اصل عظیم

---

[1] حجۃ اللہ البالغہ جلد ا ص ۷۹ (من ابواب الصلوٰۃ)

حاصل ہو گئی۔ اور خلاصی کے واسطے جبل متین ہاتھ آگئی۔[1]

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ) فرماتے ہیں:

"میں کہتا ہوں کہ نماز اسلام کا سب سے بڑا اشعار ہے اور اسلام کے ان علامات سے ہے جس کے جاتے رہنے کے سبب اگر فقدانِ اسلام کا حکم کر دیا جائے تو بجا ہے۔ کیونکہ اسلام اور نماز میں بڑا گہرا اور قوی تعلق ہے۔ نیز اس لیے کہ سر نیاز خم کر دینا جو اسلام کے معنی ہیں انہیں نماز ہی پورے طور پر ادا کرتی ہے۔ اور جس کو نماز سے کچھ حصہ نہ ملا۔ تو اسلام سے سوا اس چیز کے جس کی پروا نہیں کی جاتی، وہ کچھ حاصل نہ کر سکا۔ یعنی اسے اسلام کا کچھ فائدہ نہ ہوا۔"[2]

تاریخ اس کی گواہ ہے کہ صحابہ کرام کو دنیاوی مشاغل نماز سے کسی بھی صورت میں رکاوٹ نہیں بنتے تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ:

"حضرت ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ بازار میں تھے اور نماز کی تکبیر ہوئی۔ اور تکبیر کی آواز سنتے ہی صحابہ کرامؓ نے فوراً دوکانیں بند کیں اور مسجد میں داخل ہو گئے۔"[3]

نماز کی باقاعدہ ادائیگی اور دربارِ الٰہی کی حاضری کی پیہم فکر انسانی خیالات و اعمال کو یکسر بدل کر رکھ دیتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

راس الامر الاسلام وعمودہ الصلوٰۃ

"دینی زندگی کا سر اسلام ہے اور اس کا ستون نماز ہے۔" (باقی)

---

[1] مکتوبات امام ربانی مکتوب نمبر ۳۰۴

[2] حجۃ اللہ البالغہ جلد ۱ ص ۱۸ باب فضل الصلوٰۃ

[3] فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۴ ص ۲۵۳

بحث ونظر

اِنسدادِ مُنکرات بِالیَد

جناب محمد نواز صاحب

ترجمان القرآن میں "انسدادِ منکرات بالیَد" کے موضوع پر آپ کے گرانقدر اور فکر انگیز ارشادات بے حد مفید ہیں۔ امر بالمعروف ونہی عن المنکر بڑا اہم فریضہ ہے۔ مگر اس کے بارے میں بڑا انتشارِ فکر پایا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ سارے کرۂ ارض پر طاغوت چھایا ہوا ہے، اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ اس فریضہ کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا، اس کے صحیح مفہوم کی تلقین کی جاتی، مگر ہو یہ رہا ہے کہ طاغوت کا تسلّط تو جوں کا توں برقرار رہے اور اس کے ظلِ سلطانی میں انسدادِ منکرات کی ادھوری، ناقص اور بے نتیجہ و بے جان قسم کی مساعی بروئے کار لائی جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خطۂ ارضی پر طاغوت کا ہمہ گیر غلبہ ہی دراصل سب سے بڑا منکر — المنکر — ہے۔ منکرات کا سارا کنبہ و قبیلہ اسی منکرِ اعظم کا پیدا کردہ ہے۔ نہی عن المنکر کا جو حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد بھی اسی منکرِ اعظم یا طاغوت کی سرکوبی ہے۔ اگر اس المنکر کو ناقابلِ تسخیر سمجھ کر یا اس کی سرکوبی کے کام کو مشکل اور صبر آزما جان کر اس سے صرفِ نظر کر کے صرف سینما گھروں، جوئے خانوں، وی، سی، آر کے مراکز اور شراب گھروں پر حملہ کر دیا جائے تو اس سے منکرات کا انسداد بالیَد نہ ہو سکے گا۔

" نہی عن المنکر" کا حکم دراصل " امر بالمعروف" کے حکم کے ساتھ جُڑا ہوا ہے اگر " امر بالمعروف" پر عمل نہ ہو، محض نہی عن المنکر ہی پیشِ نظر رہے تو بات نہ بن سکے گی۔ پھر امر بالمعروف کا مفہوم بھی اُلجھ سا گیا ہے۔ عام طور پر " امر بالمعروف" کا ترجمہ " نیکی کا حکم کرنا" کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ترجمہ امر بالمعروف کے پورے مفہوم پر حاوی نہیں۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ " معروف" یا " المعروف" کی مدد سے، اسے ذریعہ اور وسیلہ بنا کر " امر" کرنا۔ جیسے " استعینوا بالصبر والصلوٰۃ" میں صبر اور صلوٰۃ کی مدد اور وسیلہ سے مدد حاصل کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ یا اعوذ برب الفلق یا اعوذ برب الناس یا اعوذ بکلمات اللہ التامات ..... میں ربّ فلق یا لوگوں کے پروردگار یا اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے وسیلہ اور مدد سے پناہ طلب کی گئی ہے یا " جہاد بالسیف" یا " جہاد بالقلم" جیسے جملے لکھے یا بولے جاتے ہیں، اُن کا مفہوم بھی یہ ہے کہ قلم یا تلوار کے ذریعے یا اُن کے وسیلہ اور مدد سے جہاد۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے عربی لغت اور کلامِ عرب بھی ضروری ہے، مگر اس سے کہیں زیادہ ضروری یہ بات ہے کہ قرآن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اسوہ، صحابہؓ کے نقوشِ حیات اور تحریکِ اسلامی کی اس جدوجہد کی روشنی میں سمجھا جائے جس کی قیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین نے کی تھی۔ اس کے بغیر فہمِ قرآن کے دروازے کھلتے ہی نہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعتِ صحابہؓ ہی کو سب سے پہلے دیا گیا تھا۔ صحابہؓ کی جماعت ہی اس کی اوّلین مخاطب تھی اور سب سے پہلے اسی جماعت ہی نے اس حکم پر عمل کیا تھا۔ اس وقت جب یہ حکم نازل ہوا تھا صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک جماعت کی صورت میں ڈھل چکے تھے۔ سمع و اطاعت کا باقاعدہ نظام موجود تھا۔ یہ جماعت آزاد، خود مختار اور ذی اقتدار تھی۔ اس پر طاغوت کا کسی پہلو کوئی غلبہ و تسلّط نہ تھا، بلکہ وہ طاغوت

کو زندگی کے ہر میدان سے بے دخل کر رہی تھی۔ اس جماعت پر معروف۔ المعروف۔ ہی کا غلبہ تھا۔ پھر صحابہ کرامؓ کی یہ جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دُعا کا بھی مصداق بن چکی تھی جو ہجرت کے وقت آپؐ کی زبان پر تھی۔ یعنی رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطَانًا نَّصِيْرًا ؀ مدینہ میں صحابہ "سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا" کی عملی تصویر بن چکے تھے۔ اسی مقتدر، ذی حشم، آزاد اور با اختیار جماعت کو جو "المعروف" سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا کی قوت سے فیض یاب ہو چکی تھی، امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ سونپا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم منکرات کے بدترین ماحول میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس ماحول میں آپؐ نے منکرات کو نہیں بلکہ صرف " المنکر" کے انسداد کو ہدف بنایا اس کے ساتھ ہی آپؐ نے صرف معروفات ہی کی تلقین نہیں کی بلکہ " المعروف" کے قیام اور اس کی اقامت پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر دی۔ گو یا آپ المعروف کی اقامت اور " المنکر" کے خلاف مسلسل جہاد فرماتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسداد منکرات سے پہلے " المنکر" کی سرکوبی اور المعروف کا قیام ازبس ضروری ہے۔ اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی سنّت اور اعلیٰ واکبر اُسوہ ہے۔

صاف اور عام فہم انداز میں اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ امر بالمعروف سے مراد دراصل ایک ایسے نظامِ اطاعت وحکومت کا قیام ہے جس میں قرآن و سنّت کی بالادستی کو غیر مشروط طور پر اور بغیر کسی استثناء کے تسلیم کیا گیا ہو اور نہی عن المنکر سے مراد ایسے نظام کے خلاف صف آرائی، اور اس کی سرکوبی و انسداد ہے جس میں قرآن وسنّت کی بالادستی کو تسلیم نہ کیا گیا ہو۔

" المنکر" کے غلبہ و تسلّط کے سایہ میں اگر کہیں ایسی معروفات اور نیکیوں کا کوئی وجود موجود ہے جن سے المنکر کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اُلٹا ان پر راضی اور

مطمئن ہوتا ہے اور ان کی سرپرستی کرتا ہے۔ تو ایسی معروفات اور نیکیاں اس قوت و طاقت، اس کی درازیٔ عمر اور گدڑول میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ اس صورت میں ان معروفات اور نیکیوں کی حیثیت اُلٹا منکرات کی سی ہوگی۔ ان حالات میں جب کہ المنکر غالب و حکمران ہو، سنّت کا تقاضا یہ ہے کہ "انسداد منکرات" پر توجہ دینے کے بجائے "المنکر" کے استیصال پر محنت صرف کی جائے۔

اصل کام دراصل "فساد" کا انسداد ہے۔ فساد حقیقت میں اس صورتِ حال کا نام ہے جس میں کوئی بھی اجتماعی ہیئت گھر، خاندان، قبیلہ، حکومت، سیاسی جماعتیں یا معاشرہ — اپنے آپ کو قرآن و سنّت کی پابندی سے آزاد کرلے۔ جب یہ صورت پیدا ہو جائے تو پھر ہر صاحبِ ایمان پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ "اصلاح" کے لیے اُٹھ کھڑا ہو۔ حقیقی اصلاح کی واحد شکل صرف اور صرف یہ ہے کہ اس اجتماعی ہیئت سے قرآن و سنّت کی بالادستی تسلیم کرائی جائے اور اسے مجبور کر دیا جائے کہ وہ عملاً قرآن و سنّت کی پابندیوں کو قبول کرے۔ اس کے علاوہ فساد سے بچنے کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں۔ فساد ہی کی یہ صورت حقیقت میں "منکرِ اعظم" اور اصلاح ہی کی یہ کوشش فی الواقع "معروفِ اکبر" ہے۔ "اصلاح" اور "فساد" کے اسی تصور پر سورۂ ہود (آیت نمبر ۱۱۶-۱۱۷-۱۱۸-۱۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا مُجْرِمِينَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصْلِحُونَ ۝ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ٥

"پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں اہلِ خیر موجود رہے، جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا، ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیئے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔ تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو تباہ کر دے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔ بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا۔ مگر اب وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے۔ اسی (آزادیٔ انتخاب و اختیار) کے لیے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا۔ اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہو گئی جو اُس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن اور انسان، سب سے بھر دوں گا۔" (ہود)

اِس موضوع پر سیّد مودودیؒ مرحوم و مغفور کا فکر بڑا واضح ہے۔ جماعتِ اسلامی کے دستور سے بھی اس پہلو پر کافی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ منکرات کے شجر کی شاخوں سے اُلجھنے کے بجائے اس کے استیصال کے لیے اس کی جڑ اور بنیاد پر پے در پے ضربیں لگانی چاہئیں۔ اور المنکر کے انسداد کے لیے دوسرے ضمنی اور مقابلتاً غیر اہم کاموں پر قوتیں صرف کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

پاکستان کا نظامِ حکومت و سیاست منکرِ اعظم ہے۔ یہ نظام دو بنیادوں پر قائم ہے:

ا۔ ایک نظامِ تعلیم اور (ii) دوسرے دُنیا پرست قیادت۔

نظامِ تعلیم اس نظام کو تسلسل و دوام کی ضمانت مہیا کرتا ہے اور دُنیا پرست قیادت اس کے استحکام کا باعث بنی ہوئی ہے۔ دنیا پرست قیادت کی بالادستی

مروجہ نظامِ انتخاب اور غیر عادلانہ اور ظالمانہ معاشی نظام کی مرہونِ منت ہے۔ موجودہ نظامِ تعلیم کی اصلاح اور مروجہ غلط طریقِ انتخاب اور نظامِ معیشت میں انقلابی تبدیلیاں لائے بغیر منکرِ اعظم کا استیصال ممکن ہی نہیں۔ پائیدار تبدیلی کے لیے ان تمام پہلوؤں پر بیک وقت بھرپور انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لیے طویل المیعاد اور قلیل المدت دونوں قسم کی منصوبہ بندی کی بے حد ضرورت ہے اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اس مقصد کے لیے تمام مساعی کو مربوط، منضبط اور منظم کیا جائے اور حکمت اور صبر کی قوت سے بھرپور انداز میں کام لیا جائے۔

مجھے آپ کی صحت کا احساس ہے۔ اس طویل تحریر کے مطالعہ سے جو آپ کو زحمت ہوگی، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ میں خود بھی کئی دنوں سے اضطراب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ اسی اضطراب ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ تحریر نوکِ زبان پر آگئی ہے۔ اور آپ کے ارشادات بھی اس کا سبب بنے۔ مناسب سمجھیں اور اگر مفید ہو تو.... ترجمان القرآن میں شائع کر دیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

بات سچی کہنے والے جھوٹے

ایک خط اس مضمون کا ملا کہ آج دفتر سکول میں بیٹھا تھا کہ ڈاکیا آگیا۔ ضروری خطوط پڑھنے کے بعد وہ پمفلٹ پڑھے جو موصول ہوئے تھے یعنی اب ہمارے تعلیمی ادارے بھی قادیانی حضرات کے نشانے بننے لگے۔ اس سلسلے میں کوئی رہنمائی۔

ادارہ ترجمان القرآن واضح کرتا ہے کہ لیف لیٹ حسب ذیل تھے۔ ۱۔ "کلمہ طیبہ کی توہین کے مرتکب کون؟" ۲۔ "حضرت محمد مصطفیٰ سے مرزا غلام احمد قادیانی کی بے مثال محبت" ہماری توجہ سب سے زیادہ کلمہ طیبہ والے پمفلٹ پر رہی، جس میں بڑا مغالطہ انگیز استدلال کیا گیا ہے اور اس کا جو تمثیلی جواب ہم نے دیا ہے وہ دوسرے لیف لیٹ پر بھی چسپاں ہوتا ہے۔

اب حقیقتِ حالات کو سمجھانے کے لیے میں ایک تمثیلی صورت سامنے رکھتا ہوں۔ فرض کیجیے کہ میرے پاس کوئی قیمتی خزانہ ہو، اور میں نے ایک گروہ کو اس خزانے کو حاصل کرنے کے لیے نقب لگاتے دیکھا ہو، وہ بھاگ کھڑے ہوئے ہوں، اور بعد میں دعویٰ کریں کہ ہم تو اس خزانے کو لوٹنے نہیں گئے تھے اور نہ گھر والوں میں سے کسی کو اغوا کرنا مطلوب تھا، ہم تو اس مبارک خزانہ ماضی کے گرد سینے کی

اینٹیں لگا کر محفوظ کرنا چاہتے تھے۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ ایسے کئی خزانے لوٹ چکے ہوں اور کئی شناخت کنندگان اور بھولے بھالے عوام کو اغوا کر چکے ہوں۔ چنانچہ روشنی ہونے کے ساتھ مسجد میں جب لوگوں نے اس واقعہ کا حال سنا تو ایک بھیڑ اُمڈ پڑی۔ ان میں سے یکایک ایک آدمی نکلا اور اس نے کہا کہ انہی ظالموں نے دو سال قبل میرا نوجوان بیٹا اغوا کیا تھا۔ پھر ایک عورت بڑھی، اُس نے ایک مجرم کی ڈاڑھی پہچانتے ہوئے اور اس کے لب و لہجہ کو شناخت کرتے ہوئے یہ فریاد کی کہ اس نے میرے شوہر کو اُس کے خزانے سمیت غائب کر دیا۔ اس کے ساتھ چار چھ افراد اور تھے۔ تیسرے فریادی نے کہا کہ انہوں نے میرے ساتھ عجیب معاملہ کیا۔ یہ دو چار دن تک کلمہ طیبہ دیواروں پر لکھتے رہے، اپنے بزرگ مرشدِ کاذب کے اسلام اور نبی پاکؐ کے متعلق اچھے اچھے **کلمات** کے کتبے تقسیم کرتے رہے، کلمہ کے بیج بھی بچوں میں بانٹتے۔ دو تین روز شغل رہا۔ ہم نے سمجھا کہ بڑے نیک لوگوں کی ٹولی آئی ہے۔ چنانچہ ان بابرکت حضرات کے ہم پاؤں چھوتے اور ان سے دَم کراتے، وہ غریبوں کو پیسے بھی دیتے۔ دو چار دن بعد ایک دن ایسا ہوا کہ میرا خزانہ ”ایمان“ جو بڑا محفوظ رکھا ہوا تھا، یہ رات کے اندھیرے میں ٹٹولتے ٹٹولتے مجھ تک پہنچے اور میرے سینے میں مدفون دولت کو لوٹنے کے لیے مجھے اغوا کر کے لے گئے۔ اور ایک اُجاڑ بیابان میں لے جا کر کہا کہ اپنی دولتِ ایمان سینے سے نکال کر ہمیں دے دو۔ طاغوتی سُپر پاورز اس جوہر کو ہیروئن سے زیادہ بھاری قیمت پر خریدتی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ میں ایمان کو اپنے اندر سے کیسے نکالوں۔ اُنھوں نے کہا کہ بس اتنا مان لو کہ حضرت محمد مصطفےٰؐ خدا کے آخری نبی نہیں تھے، بلکہ آخری نبی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں، وہی یسوع مسیح ہیں، وہی مہدی ہیں، وہی کرشن ہیں، وہی حسین ہیں، وہی گوتم بدھ ہیں، وہ مریم ہیں۔ بس جونہی تم اس عظیم سچائی کا اعلان کرو گے، تمہارا ایمان باہر آجائے گا۔ آخر وہ کوئی چھپا کے رکھنے کی چیز تو نہیں ہے۔ اُس کی خالی جگہ کو ہم مرزا صاحب کی

محبت سے بھر دیں گے۔ یہ ساری بات سن کر مجھے خیال آیا کہ میرا ایمان جو صدیوں سے سینہ بہ سینہ منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے اور اس کی آبیاری قرآن، حدیث، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ سے ہو رہی ہے، میں آخر کوئی بیوقوف ہوں کہ صدیوں کی اس دینی اور ملی امانت کو چند مذہبی وارداتیوں کے ہاتھ لٹا دوں جو اسے کسی طاغوتی طاقت کے اشاروں پر ہزاروں افراد سے چھینتے پھر رہے ہیں۔ اتنے میں لوگ جمع ہو گئے۔ لوگوں کی بحث تمحیص کے درمیان ایک ایک کر کے وہ کھسک گئے۔ اس کے بعد منادی ہوئی اور بڑا جلسہ مسجد میں ہوا۔ اور فیصلہ کیا گیا کہ مذہب کا سوانگ بنا کر کارِ دیگر کرنے والے اب اگر دیواروں پر کلمہ لکھتے یا اس کے بیج تقسیم کرتے، یا لوگوں کو پمفلٹ دیتے، یا روپے سے مدد کرتے اور مرزا غلام احمد کی تحریروں میں سے بہترین سطریں چھانٹ چھانٹ کر ان کے کتبے اور پوسٹر تیار کر کے بطور تبرک پیش کرتے دیکھے جائیں تو ایمان کے خزانے لوٹنے اور آدمیوں کو اغوا کرنے والے ان کج مزاج لوگوں کو یہ ساری حرکتیں نہ کرنے دی جائیں۔

چنانچہ یہ سلسلہ ایک دفعہ تو رک گیا۔

مگر جب لوگ کچھ بھول بھال گئے تو وارداتیں پھر شروع ہو گئیں اور قادیانی مذہب کے ان شکاریوں نے شور مچانا شروع کیا کہ دیکھو جی، یہ کیسے مسلمان ہیں، جو ہم کو کلمہ بھی دیواروں اور بیجوں پر لکھنے نہیں دیتے۔ یہ ہمیں مسجدیں نہیں بنانے دیتے، یہ ہمیں مسلمان نہیں مانتے۔

اس سلسلۂ تصور سے آپ سمجھ سکیں گے کہ پیچیدگی کیا ہے۔ اگر ایک فوج کے واچ ورڈ اور پاس ورڈ کو باہر کا کوئی آدمی استعمال کرے اور پکڑا جائے تو سزا پائے گا۔ ایک ٹکسال کے ٹھپوں کو چرا کر سکے بنانا جرم ہے یا فوٹو کے جدید ترین ہنر اور طباعت کے اعلیٰ فن کے ذریعے نوٹ چھاپے جا سکتے ہیں۔ وہ نوٹ بھی حکومتِ پاکستان کے نام سے ہوں گے۔ ان کو جعلی شمار کیا جائے گا۔

اسی طرح ایمانوں میں نقب لگانے والے لوگوں کی طرف سے اگر کلمہ یا دوسری

علامات و اصطلاحاتِ اسلام کا استعمال کیا جائے تو وہ استعمال جعلی ہو گا۔ اس پر جزا کی جگہ سزا ملے گی۔

اِس حقیقت کو سمجھنے کے لیے صرف ایک آیت کافی ہو گی۔

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝ (سورہ المنافقون- آیت ۱)

اِس آیت میں ایسی بلیغ بات کہی گئی ہے اور ایسے طریقے سے کہی گئی ہے کہ مثال نہ ملے گی۔ یعنی کہنے والے بات تو سچی کہہ رہے، مگر ہیں وہ جھوٹے۔

ترجمہ: (اے نبیؐ) جب یہ منافق تمھارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں: "ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں"۔ ہاں اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو۔ مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ منافق قطعی جھوٹے ہیں۔

اِس آیت کی روشنی میں مسجد ضرار کا قصہ بھی قرآن ہی میں بغور پڑھیے۔ مسجد بنائی جاتی ہے، اس میں اذان کا انتظام ہے، نماز ہوتی ہے، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدعو کیا جاتا ہے تو وہ اس میں جانے اور کھڑے ہونے سے انکار کر دیتے ہیں، کیونکہ وہ عمارت ظاہراً مسجد کی شکل میں بنا کر اس میں عبادت کا انتظام کیا گیا ہے، مگر وحیِ الٰہی بتاتی ہے کہ دراصل وہ ایک اڈہ اور ایک مورچہ ہے اسلام کے خلاف شرانگیزیوں اور فتنہ بازیوں اور بعض مخالفینِ اسلام کی کانا پھوسیوں کا۔

اِن گذارشات کے ساتھ یہ بھی عرض ہے کہ کسی بھی مسلمان کے لیے وقت کے ایسے فتنوں کو جو صریحاً قرآن و حدیث کے دیئے ہوئے معتقدات اور اصول و مقاصد اور اجتماعی شعائر و اقدار سے ٹکراتے ہوں، کچھ نہ کچھ جاننا چاہیے۔ ورنہ ایمان کو بچایا نہیں جا سکتا۔ آپ اگر مغرب پرستی کو، لادینیت کو، جدید معاشرت و ثقافت کو، قادیانیوں کی اسلام میں نقب زنی کو (جس پر ہر خیال کے علما نے کتابیں لکھیں اور

متفقہ فیصلہ تکفیر دیا اور اس کے مطابق حکومت نے قانوناً بھی ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا) - یا فتنۂ انکارِ سنّت اور مخالفتِ احادیث کو، یا جدیدیوں کے نظریۂ اجتہاد کے تحت نصوص میں تغیر و تبدل کرنے کو، سرمایہ داری اور اشتراکیت اور لادینی اشتراکیت کو ضروری حد تک نہ سمجھتے ہوں تو دین و ایمان کی سلامتی مشکل ہے - آپ کسی جنگل سے روز گذرتے ہیں تو پہلے سے اندازہ کر کے چلتے ہیں کہ اس جنگل میں شیر، چیتے، اژدہا، ریچھ وغیرہ بلائیں سامنے آسکتی ہیں، لہٰذا ضروری معلومات اور آلات کے ساتھ آپ سفر کرتے ہیں - آنکھیں بند کر کے تو عام دنیوی زندگی میں بھی نہیں چلا جاسکتا، کجاکہ دینی زندگی جس کے خزانے کو لوٹنے کے لیے طرح طرح کے رہزن ہر چار طرف پھرتے رہتے ہیں - اور کچھ گھات لگائے بیٹھے ہوتے ہیں - بیدار دل، متحرک دماغ اور کھلی آنکھوں کے ساتھ زندگی اور خصوصاً دینی زندگی گزاری جاسکتی ہے - دینی زندگی تو غیر معمولی فراستِ مومن چاہتی ہے - بھولے بھالے مسلمانوں کے شیطانوں کے ریوڑ کے ریوڑ مختلف شکلوں اور وردیوں اور سندوں کے ساتھ چاروں طرف موجود ہیں -

براہ کرم قادیانیت پر چند ضروری کتابیں لازماً پڑھیے - مثلاً قاضی محمد حفیظ اللہ (پی سی ایس ریٹائرڈ) کا چھوٹا سا ایک پمفلٹ ہے: "احمدی حضرات سے سات سوال" - پھر الیاس برنی مرحوم کی مشہور کتاب ہے "قادیانی مذہب"، پھر مولانا مودودیؒ کا مشہور پمفلٹ ہے "قادیانی مسئلہ" (جس کے لکھنے پر پھانسی کی سزا سنائی گئی تھی) - علاوہ ازیں قادیانی مسئلہ (کلاں) جس میں عدالتِ اضطرابات پنجاب میں پیش کردہ مولانا کے تین مفصل بیان اور کتاب و سنّت کی تعلیمات شامل ہیں - مکتبہ چٹان سے ملے گی "مرزائیل" - اور تفصیل میں جائیں تو کوئی حد نہیں -

قادیانی اصلی باتیں چھپا کر خاص خاص عبارتیں نکال کر اپنی تبلیغی مہم چلا رہے ہیں - آپ ان کی اصلی باتوں کو جاننے کی کوشش کریں، توہینِ انبیاء، پھر (باقی بر صفحہ ۸۴)

رسائل ومسائل

نماز کے بعد دُعا

سوال: مجھے درج ذیل مسئلہ میں آپ کی عالمانہ رہنمائی درکار ہے۔ مہربانی فرما کر اپنی اوّلین فرصت میں جواب عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

۱۔ مسئلہ یہ ہے کہ میں پانچوں نمازیں پابندی سے ادا کرتا ہوں اور ہر نماز کے فرض ادا کر کے ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا مانگتا ہوں۔

۲۔ میں فرائض کے بعد دُعا مانگنے کے بعد سُنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر (ظہر، مغرب) اور عشا کی نماز میں سُنتوں، وتروں اور نوافل سے فارغ ہو کر بھی ہاتھ اُٹھا کر اللہ سے دُعا مانگتا ہوں۔

میرے بعض دوست کہتے ہیں کہ فرائض کے بعد اور ساری نماز ختم کرنے کے بعد ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا خلافِ سنّت ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ مذکورہ دونوں قسم کی دُعائیں خلافِ سنّت ہیں یا کوئی ایک؟

بعض دعائیں اور اذکار ہاتھ اٹھائے بغیر ویسے ہی بیٹھے ہوئے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کے متعلق ارشاد فرمائیں کہ یہ اذکار و دُعا فرض نماز کے بعد پڑھے جائیں یا پوری نماز ختم کرنے کے بعد! (ان اذکار و دُعا سے مراد تسبیح فاطمہ، آیۃ الکرسی اور معوذتین وغیرہ ہیں)۔

جواب: آپ کے سوال کا مختصر جواب یہ ہے کہ فرض نماز کے بعد ہاتھ اُٹھا کر

دُعا مانگنے کو خلافِ سنّت کہنا میرے نزدیک صحیح نہیں۔ دُعا بجائے خود ایک مشروع و مسنون فعل ہے اور دُعا کو حدیث میں "عبادت کا مغز" فرمایا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ آپ فرض نماز کی جماعت کے بعد ایسے کلمات ارشاد فرماتے تھے، جن میں دُعا بھی ہوتی تھی اور ذکر اللہ بھی ہوتا تھا۔ اور جو دُعا بھی اللہ سے طلب کی جاتی ہے وہ ذکرِ الٰہی میں شامل اور اس کی ایک قسم ہے۔ نماز باجماعت کے بعد اگر امام دُعا مانگے یا اللہ کا ذکر کرے اور مقتدی اس کا ساتھ دیں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس سے سنّت کی مخالفت کیسے لازم آتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف، کتاب الصلوٰۃ میں ایک باب کا عنوان ہے: "باب الذکر بعد الصلوٰۃ" جس میں متفق علیہ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز فرض کے بعد بلند آواز سے پڑھتے تھے:

لا الٰه الا اللّٰه وحده لا شریك له، له الملك و له الحمد وهو علیٰ كل شئٍ قدیر۔ اللّٰهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجدّ منك الجدّ۔

صحیح حدیث میں یہ بھی ہے کہ آنحضورؐ فرض پڑھ کر اللّٰہ اکبر کہنے کے بعد تین مرتبہ استغفار کرتے تھے اور یہ دُعا مانگتے تھے:

اللّٰهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔

یہ کلمات دُعائیہ بھی ہیں اور ان میں اللہ کی یاد بھی ہے، اور ان میں آنحضورؐ کی جانب سے تعلیم کا پہلو بھی ہے۔ صحابہ کرام جب یہ دُعائیں سُنتے ہوں گے تو ضرور انہیں سنّت سمجھتے ہوئے خود بھی یہ دُعائیں پڑھتے ہوں گے۔ اگر صحابہ کرامؓ نے انہیں روایت کیا اور ہم تک پہنچایا ہے تو یہ امر ناقابلِ تصوّر ولیقین ہے کہ خود یہ اصحاب یہ دُعائیں نہیں مانگتے ہوں گے۔ لہٰذا نماز باجماعت کے بعد اگر امام یا مقتدی

یہ دُعائیں حدیث سے ثابت شدہ دیگر اذکار و ادعیہ پڑھیں تو یہ خلافِ سنّت یا بدعت کیونکہ ہوگا ؟ سنن ترمذی میں حدیث وارد ہے کہ فرض نماز کے بعد کا وقت قبولِ دُعا کے لیے بہترین ہے۔

جہاں تک ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنے اور دُعا کے بعد منہ پہ ہاتھ پھیرنے کا تعلق ہے، یہ بھی آدابِ دُعا میں شامل ہے۔ اور اس کا ثبوت بعض احادیث سے ملتا ہے اس لیے اسے بھی غیر مسنون کہنا میرے نزدیک صحیح نہیں ہے۔ حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے آنحضورؐ کا ارشاد مروی ہے کہ ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگو اور جب دُعا سے فارغ ہو جاؤ تو ہتھیلیاں منہ پہ مل لو۔ اللہ پسند نہیں فرماتا کہ بندے کو خالی ہاتھ لوٹائے۔ جب کہ وہ اپنے رب کی طرف ہاتھ اُٹھاتا ہے۔

سنّت و نفل کے بعد دُعا کا ذکر حدیث میں نہیں ملتا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد تطوعات (سنن و نوافل) گھر میں جا کر ادا فرماتے تھے۔ آنحضورؐ نے یہ بھی فرمایا کہ فرض کے سوا دوسری نماز گھر پہ پڑھنے کا ثواب زیادہ ہے۔

جو دُعائیں نماز کے بعد پڑھی جاتی ہیں، ان کا دوسرے اوقات میں بھی پڑھنا مباح و مسنون ہے۔ ان میں معوذتین، تسبیح فاطمہ بھی شامل ہے۔

قرآن و حدیث میں بہت سی جامع دُعائیں ایسی ہیں جو اکثر اوقات میں پڑھی جا سکتی ہیں۔ مثلاً متفق علیہ حدیث سے ثابت ہے کہ آنحضورؐ یہ قرآنی دُعا بکثرت پڑھتے تھے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّفِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً
وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ

آیت الکرسی کا فرض نماز کے بعد اور دیگر اوقات میں پڑھنا بھی صحیح احادیث میں مروی ہے۔

فرض نماز کے بعد دُعا سے متعلق جو کچھ اُوپر تحریر ہوا ہے، اگر کوئی صاحب اس سے اختلاف قولاً یا عملاً کریں، تو انہیں اس کا حق حاصل ہے، کیونکہ یہ اختلاف

بہر حال اُصولی نہیں، فروعی ہے جو تعبیر و ترجیح پر مبنی ہے۔ نماز پڑھنے والوں کو چاہیے کہ وہ آپس میں جھگڑے کے بجائے بے نمازوں کو نماز کی دعوت و ترغیب مل کر دیں۔ اور جو لوگ تارکِ نماز اور منکرِ نماز ہیں انھیں سیدھی راہ پہ لائیں اور بُرائی کا راستہ روکیں۔

عہدِ نبوت میں منافقین بھی نماز پڑھتے تھے لیکن اب مسلمانوں کے قائدین بھی غافل و تارک ہیں۔ اس صورتِ حال کی اصلاح و انسداد بھی ہم نماز پڑھنے والوں پہ لازم ہے۔ نماز پڑھنے والے اگر باہم لڑتے جھگڑتے رہیں، تو بے نمازوں کو نمازی کون بنائے گا؟ (غلام علی)

(بقیہ بات سچی، کہنے والے جھوٹے)

مرزا صاحب پہ آنے والی وحی کے مضحکہ انگیز نمونے، محمدی بیگم سے ان کے نکاح کا الہامی اعلان اور اس کا حشر، مشہور مسلمان عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری سے مباہلہ کا نتیجہ، مرزا صاحب کی انسانیت کی معیار کے لحاظ سے پستیاں، انگریزی حکومت کی وفاداری اور اس کے لیے جاسوسی کا معاملہ، قادیانیوں اور اسرائیلیوں کے قارورہ کا ملنا، ہر جگہ مسلمانوں سے تصادم اور انسانیت آزاری۔ ان سارے حقائق کو پہلے آپ سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ یہ تو بڑی کمزوری ہے کہ ان کا ذرا سا تبلیغی (مغالطہ انگیز) لٹریچر ملا تو آپ پریشان ہو گئے۔

(نعیم صدیقی)

مطبوعات

خوشبوئیں محبت اور امن کی | مرتبہ جناب حکیم محمد سعید صاحب - ناشر: ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، ہمدرد سنٹر، ناظم آباد کراچی -

حکیم محمد سعید صاحب اقبال کے اس شعری نرشے ہوئے ہیرے کی طرح ہیں جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ

ع سینکڑوں ہیں اس کے پہلو، رنگ ہر پہلو کا اور

کام کی نت نئی راہیں نکالنا اور نئے میدان وعنوان تلاش کرنا اور پھر سب کو "عدل" کے ساتھ سنبھالنا ہم جیسے عامیوں کے لیے ناقابلِ تصور ہے - وہ جو کسی نے لکھا تھا، سچ ہی لکھا تھا کہ حکیم محمد سعید صاحب ایک نہیں ہیں، بلکہ متعدد ہیں - ہر حکیم سعید کا کام جداگانہ طرز اور ندرت رکھتا ہے -

چنانچہ اس مرتبہ بیت الحکمت والے حکیم محمد سعید صاحب "خوشبوئیں محبت کی پھیلا رہے ہیں - وہ جانتے ہیں کہ ۱۲ برس سے کم عمر کے بچوں کی تعداد پاکستان میں تین کروڑ ۲۷ لاکھ ہے - ان میں سے ۱۲، ۱۳ فیصد کم یا زیادہ تعلیم حاصل کر پائیں گے - لہٰذا انہوں نے اس بچہ فوج کو جہالت کے خلاف حرکت میں لانے کا فیصلہ کیا ہے - اس سے پہلے وہ نونہالانِ وطن، بچوں کو ایک بار جمع کر چکے ہیں - سال ۱۹۹۰ء چونکہ بچیوں کا سال ہے اس لیے انہوں نے اس بار بچیوں کو سارے ملک سے جمع کیا - اور ان میں سے بعض نے اپنے مقالات پڑھے یا تقاریر کیں - یہ رسالہ انہیں کا مجموعہ ہے - ۳۰ تقریریں نوعمر بچیوں کی دیکھیے، انہوں نے کوئی اہم موضوع نہیں چھوڑا - اور کسی ضروری بات

سے بے توجہی نہیں برتی - ضرور پڑھیے - اندازہ کیجیے کہ ہمارے ہاں صلاحیتیں کیسی کیسی ہیں -

ہمیں تو "سارک" کانفرنس سے "مبارک" کانفرنس زیادہ اچھا لگتا ہے -

ٹائیٹل کی تصویر دیکھ کر خیال ہوا کہ اگر حکیم صاحب توجہ کریں تو وہ یہ رجحان بھی پیدا کر سکتے ہیں کہ ہماری محفلوں میں صفائی اور سلیقہ تو مطلوب ہے مگر شاندار مسرفانہ لباسوں کے مظاہرے اور زینتیں نہیں - ورنہ یہی بظاہر ٹھیک ٹھاک راستہ آگے جا کر خطرناک شاہراہوں سے جا ملتا ہے -

لیکن حکیم صاحب کی دانشِ اعلیٰ ہمارے مشوروں کی محتاج نہیں -

پشاور کی بچیاں بازی لے گئیں کہ انہوں نے اسلام کی مثالی خواتین کے تذکرے سے اپنے مضامین کو جگمگایا -

میرا خیال ہے کہ ہمارے تمام کاموں کا حوالہ " اسلام برائے تعمیرِ پاکستان و فلاحِ انسانیت " ہونا چاہیے -

---

پیغام ڈائجسٹ جہادِ کشمیر نمبر | بچوں کا ماہنامہ - مدیر: بشیر حسن - دفتر ا - اے ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور -

اس رسالے کا اجرا اور ارتقاء بہت امید افزا ہے - خصوصاً یہ خاص نمبر جو سامنے ہے، معلومات افزا اور ولولہ انگیز ہے - بھارت کے مظالم اور کشمیریوں کی مجاہدانہ سرگرمیوں کو دلچسپ اسالیب سے بیان کیا گیا ہے - ایسی تحریروں سے بچوں میں مسلمان کا جذبۂ جہاد پرورش پاتا ہے - مسئلہ کشمیر کی داستانِ درد کے نمایاں تاریخی سنگِ میل ۱۶ مارچ ۱۸۴۶ء سے لے کر ۱۶ اپریل ۱۹۹۰ء تک تاریخ وار پیش کیے گئے ہیں نیز مقبوضہ جموں و کشمیر کا نقشہ بہت اہم ہے - قیمت خاص نمبر ۳/- روپے -

---

LET US TALK HEALTH | پیش کش ہمدرد - ناشر: مرکزِ صحت، مدینۃ الحکمۃ، ناظم آباد، کراچی۔ انگریزی کے خوشنما ٹائپ سے آرٹ پیپر پر چھپا ہوا، نہایت خوب صورت دبیز ٹائیٹل کے ساتھ، بڑے سائز کے ۱۶ صفحات کا یہ پمفلٹ ۲۵/ روپے قیمت کا ہے - اس میں بچوں ہی کے لکھے ہوئے اچھے اچھے انگریزی نوٹس صحت کے موضوع پر جمع ہیں - مثلاً BODY & MIND—DRUG MUST GO وغیرہ)

آخر میں بچوں کے لیے صحت کے مختصر نکات لکھے گئے ہیں مثلاً KEEP YOUR OWN BODY CLEAN— IF YOU FEEL ILL وغیرہ)۔ اسی طرح نوجوانوں پختہ سالوں اور بوڑھوں کے لیے الگ الگ ہدایات ہیں -

یہ کتاب ورلڈ ہیلتھ ڈے ۱۹۸۹ء پر پیش کی گئی -

اپنی دُنیا آپ پیدا کر | مصنف: زاہد منیر عامر - ملنے کا پتہ: گلوب پبلشرز - ۱۲ - اُردو بازار، لاہور - رابطے کا پتہ: دارالشکوہ - ۵۲ اسلام پورہ، سرگودھا - صفحات: ۵۳ سائز ۲۲×۱۸ غیر مجلد - قیمت: پندرہ روپے -

میرے نزدیک یہ رسالہ صحیح معنوں میں بہ قامت کہتر بہ قیمت بہتر کا مصداق ہے - موضوع اور اسلوبِ نگارش، ہر اعتبار سے مجھے یہ تحریر بہت اچھی لگی - فاضل مصنف نے اس کی ایک ایک سطر میں ضخیم کتابوں کا مفہوم سمو دیا ہے - اور وہ بات قاری تک پہنچانے کی کوشش کی ہے، جسے عمرانی علوم کا جوہر کہنا چاہیے -

جو شخص پیدا ہوا زندگی گزارتا ہے - زندگی کا حق ادا ہوتا ہے یا نہیں یا زندگی اس طرح بسر ہوتی ہے یا نہیں جس طرح بسر ہونی چاہیے؟ یہ سوال شمشیر برہنہ کی طرح سروں پر لٹکا ہوا ہے اور زاہد منیر عامر صاحب نے بہت خوب صورت انداز میں اس مشکل سوال کا حل تلاش کرنے کی کوشش کی ہے - میرے نزدیک یہ رسالہ ایسا ہے کہ اس کا مطالعہ بہت توجہ اور شوق سے کرنا چاہیے - اگر کچھ کمی محسوس ہوتی تو وہ یہ کہ مختصر ہے -

(نظر زیدی)

حقائقِ اسلام	مولفین : پروفیسر رانا احسان الرحمٰن ، پروفیسر شیخ سعید اختر ۔

ملنے کا پتہ : ڈوگر سنز ، ۱۷ ۔ اُردو بازار لاہور ۔ صفحات : ۱۸۴ ۔ قیمت : ۱۸/ روپے

یہ کتاب انٹرمیڈیٹ کے ان طلباء کی رہنمائی کے لیے تالیف کی گئی ہے جو اسلامیات کو لازمی مضمون کے طور پر اختیار کرتے ہیں ۔

اِس میں کُل تین باب ہیں :

باب اوّل میں بنیادی عقاید یعنی توحید ، رسالت اور آخرت وغیرہ پر جامع بحث کی گئی ہے ۔ اور باب دوم میں اسوۂ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت رحمۃ للعالمین اخوت ، مساوات ، صبر و استقلال ، عفو و درگزر اور ذکر وغیرہ عنوانات پر مواد جمع کیا گیا ہے ۔ اور باب سوم اسلامی تشخص کے ضمن میں ارکانِ اسلام ، حقوق العباد ، اور اخلاقی بُرائیوں کے مختلف عنوانات قائم کر کے ان پر طوالت سے بچتے ہوئے اختصار کے ساتھ نہایت عمدہ اسلوب اور پیرائے میں طلبا کی ضرورت کو پورا کرنے کی اچھی کوشش کی گئی ہے ۔

(عبدالوکیل علوی)

سیّدنا حضرت ابوبکر صدیق رضؓ	تصنیف : ابوالاحسن محمد محبوب الٰہی رضوی ۔

پبلشرز : میاں امام الدین ٹرسٹ چونیاں ضلع قصور ۔

بیرونی حضرات تین روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کر سکتے ہیں ۔

خلفائے راشدین مہدیین کے فضائل و مناقب آیاتِ قرآنی اور احادیث میں اس طرح واضح طور پر بیان ہوئے ہیں کہ اس پر مزید کلام کی گنجائش بھی باقی نہیں رہتی ۔ مراتب و درجات کے اعتبار سے سب سے افضل حضرت ابوبکر الصدیق رضؓ ہیں ۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضؓ ، پھر حضرت عثمان رضؓ غنی اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہم ۔

محترم رضوی صاحب نے اس کتابچہ میں شیعہ علماء کی مستند کتابوں کے حوالوں سے صدیق اکبر رضؓ کی مقامِ افضلیت کو ثابت کیا ہے ۔ صداقت درحقیقت ہے بھی وہی جسے مخالف بھی تسلیم کرے ۔ ما شھدت بہ الاعداء ۔ اِس اعتبار سے یہ کتاب بہت مفید ہے ۔ (عبدالوکیل علوی)

ماہنامہ فیض | مدیر: قاضی محمد حمید فضلی۔ خانقاہ فضلیہ، شیر گڑھ تحصیل و ضلع مانسہرہ۔ قیمت: ۵/- روپے۔ اہلِ تصوف کے انداز پر کچھ حکیمانہ و اخلاقی اور کچھ پُر اسرار سی باتیں۔

ماہنامہ افکارِ مسلم | مدیر اعلیٰ: شبیر احمد منصوری۔ مقام اشاعت: ۸۔ اے ذیلدار پارک، اچھرہ لاہور۔ بدل اشتراک ۷/- روپے۔ اچھے اچھے معلمین و عالمانِ تعلیم کی تحریروں پر مشتمل مجموعہ۔

رضا کارانہ تعاون کی دعوت

قرآن حکیم کا ترجمہ (پارہ بہ پارہ) دو رنگ میں، رضیہ شریف ٹرسٹ کے اہتمام سے فی سبیل اللہ مرتب اور تقسیم کیا جا رہا ہے۔ اِس کارِ خیر کے دائرہ کو وسیع کرنے میں اگر آپ حصہ لینا چاہیں تو صرف لاگت کی حد تک نماز مترجم (۳۲ صفحات) -/۱ روپیہ فی نسخہ، پارہ عم مترجم (۵۲ صفحات) -/۵ روپے فی نسخہ، سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ مترجم (۸۸ صفحات) -/۱۰ روپے فی نسخہ ادا کر کے ہمارا ہاتھ بٹائیں۔

علاوہ ازیں ڈاک سے منگوانے والوں کو ڈاک کا خرچ پارۂ عم یا نماز مترجم فی نسخہ کے لیے ۱/۲۰ روپے، دس نسخوں کے لیے -/۶ روپے، سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ کے لیے فی نسخہ -/۲ روپے، ۶ نسخوں (وزن ایک کلو) کے لیے -/۶ روپے علاوہ قیمت کے اٹھانا ہوگا۔

مزید تفصیلات کے لیے پتہ:

سید شبیر احمد، ۱۳- اے - II - ایجوکیشنل ٹاؤن۔ وحدت روڈ۔ لاہور۔

فون نمبر —— ۴۴۲۵۸۵

جماعتِ اسلامی ہند کیوں اور کیسے؟ از جناب مولانا ابواللیث اصلاحی ندوی، سابق امیر جماعتِ اسلامی ہند۔ ناشر: مرکزی مکتبۂ اسلامی ۱۳۵۳ چتلی قبر۔ دہلی ۶ - بھارت - اچھی طباعت، دلکش سرورق، صفحات: ۱۵۰۔ قیمت: ۱۴/- روپے۔

تقسیم برصغیر سے پہلے جماعتِ اسلامی کا قیام ۱۹۴۱ء میں عمل میں آیا۔ اس جماعت میں برصغیر کے مختلف حصوں سے ارکان شامل ہوتے رہے۔ یہاں تک کہ تقسیم کا فیصلہ ہوگیا۔ اکتالیس والے اولین امیر جماعت مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودیؒ نے پہلے ہی سے پیش آنے والے حالات کا اندازہ کرکے پاکستان اور ہند کی جماعتوں اور اُن کے نظم اور مالیات کو الگ الگ کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ اور پہلے سے ارکانِ ہند کو بتا دیا گیا کہ وہ اپنا امیر، اپنی مجلسِ شوریٰ خود چنیں اور حالات و ضروریات کے مطابق دستور کی روشنی میں خود ہی فیصلے کریں۔ اب پاکستان کے نظم کا اُدھر سے کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ اور نہ یہاں سے احکام اور پالیسیاں دی جاسکیں گی۔

جب یہ مرحلہ آیا تو ہند کی جماعت حالات کی مشکلات اور نئی نظمِ ہند کی ذمہ داریوں کی وجہ سے کسی قدر مایوسی اور اُلجھن کا شکار ہوئی اور وہاں کے احباب میں اختلافی رجحانات بھی اُبھرے۔ مگر بہت جلد حالات پر قابو پا لیا گیا اور باہمی مشاورت سے نیا نظم قائم کرلیا گیا۔ جی خوش ہوگیا کہ جماعتِ اسلامی ہند نے آزادانہ دور میں بڑی خوبی سے کام چلایا اور بعض بڑے بڑے کام کیے۔ حالانکہ ماحول سخت ناسازگار رہا۔

اِس کتاب میں اس سلسلے کی تمام روئیداد، مختلف خطوط، تجاویز، مشاورتیں وغیرہ ریکارڈ پر آگئی ہیں۔ تاریخی لحاظ سے یہ ایک اہم کتاب ہے۔

واضح رہے کہ مولانا ابواللیث صاحب کی علالت کی وجہ سے ان کی خواہش پر جماعتِ اسلامی ہند نے نئے امیر کا انتخاب کرلیا ہے۔ نئے امیر جناب سراج الحق ہیں۔

اِسلام اور جمہوریت | جناب حافظ عبدالرزاق صاحب ایم اے ۔ ناشر: ادارۂ نقشبندیہ اویسیہ، دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال ۔ قیمت: ۔/۵ روپے

مؤلف ایک فاضل اہلِ دل شخصیت ہیں ۔ ان پر خوب روشن ہے کہ مغرب نے جیسے ملحدانہ علوم، جیسا غلام ساز نظامِ تعلیم، جیسی منحوس تہذیب و معاشرت، جیسی نسلط یافتہ بیوروکریسی اور جیسی ذہنی غلامی ہمیں دی ہے، اس سارے "بہارستان" میں لادین جمہوریت کا شجرۃ الزقوم بھی شامل ہے اور جس بُری طرح اس نے ایمان و اخلاق اور خلوص و دیانت کا صفایا کیا ہے، اس کے کرشمے ظاہر و باہر ہیں ۔ مغرب کی لادینی اور عوام پرست جمہوریت کے پانچ عیب (پانچ عیوب شرعی) حافظ عبدالرزاق صاحب نے اپنے اس پمفلٹ میں واضح کئے ہیں ۔

نفسِ جمہوریت اور چیز ہے ۔ جمہور اور جماہیر تو ہمارے ہاں کی اصطلاحیں ہیں ۔ ہمارے ہاں نظامِ سیاست خدا کی حاکمیت پر قائم ہوتا ہے، خدا کے قانون کو جاری کرتا ہے ۔ اور خدا کے صاحبِ علم و دیانت بندوں کے ذریعے چلتا ہے ۔ اس خدا پرستانہ جمہوریت کا نام ہمارے ہاں نظامِ شورائیت ہے ۔

یعنی ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارا نظام آمرانہ نظام نہیں ہے کہ کوئی بھی چابک لے کر ہم پر سوار ہو جائے، بلکہ ہماری آزادانہ اور رضاکارانہ رایوں کی تائید سے جو شخص بھی شورائیت کے سسٹم میں کام کرنے پر تیار ہو، وہ حکومت کا سربراہ ہے ۔

یعنی ہمیں اپنے آپ کو محض مخالفِ جمہوریت کی حیثیت سے پیش نہیں کرنا بلکہ سچی خدا پرستانہ جمہوریت (یعنی شورائیت) کے نظام کے تحت عوام کو اقتدار میں حصہ دار (ہر فرد بجائے خود ابتدائی خلیفہ ہے) بنا کر چلنا ہے ۔

جس چیز کی نفی کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ، اور جس کا اثبات کر رہے ہیں وہ اپنی جگہ! آج کل لادین مغربی جمہوریت کے ہاتھوں شدید عذاب بھگتنے کے بعد، یہ بحث ہوتی رہتی ہے لہٰذا اس تالیف کا مطالعہ مفید ہوگا ۔

افغانستان میں تحریکِ مزاحمت | از سید اسعد گیلانی - ناشر: فیروز سنز، پرائیویٹ لمیٹڈ لاہور

صفحات: ۳۳۶ - قیمت: ۹۰/- روپے -

زیرِ نظر کتاب میں مسئلہ افغانستان کی نوعیت اور حقیقت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مہاجرین اور مجاہدین کے احوال و واقعات پر بھی تفصیلی بحث کی گئی ہے - رُوسی جارحیت کے پس منظر سے لے کر ۱۹۸۸ء کے اوائل تک کی صورتِ حال پر جامعیت سے گفتگو کی گئی ہے - لیکن اب جب کہ روسی فوجیں افغانستان سے ہزیمت اٹھانے کے بعد نکل چکی ہیں - اور اس مسئلے نے ایک دوسری صورت اختیار کر لی ہے - تاہم مجاہدین کی وہ تحریکِ مزاحمت جو پہلے روس کے خلاف تھی اب اس کی کٹھ پتلی حکومت کے خلاف جاری ہے - اس کے باوجود یہ کتاب مسئلہ افغانستان کے بعض پہلوؤں کے لحاظ سے اپنے موضوع پر ایک مفید اضافہ ہے اور بعض واقعات و مشاہدات کے اعتبار سے تاریخی معلومات بھی اپنے اندر رکھتی ہے -

---

درستئ اغلاط شمارہ اگست ۱۹۸۹ء

ص ۱۴ - سطر ۹ - "فَاَمَّا" کے بعد "مَا" (مِنْ غلط)

ص ۱۹ - سطر ۱۲ - "الجران" کے بجائے "الجیران"

" " ۲ - (نیچے سے حاشیہ) موجودہ عبارت کی جگہ "مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل"

ص ۲۱ - سطر ۵ - لفظ "عَذَاب" کی جگہ "جابر"

ص ۲۳ - سطر ۵ - (نیچے سے) "وَالْمَسَاکِیْنَ" کے "ن" پر "زبر" (فتحہ)

ص " ۳ - (نیچے سے حاشیہ) "ردّ المختار" کے بجائے "ردّ المحتار رحاشیے حلبی)

" " " " "شرح" سے پہلے "فی" (نے غلط ہے) -

ص ۲۹ " ۵ - "سوت خون والی جھاڑن" کے بجائے "سونٹکوں والی جھاڑو"

ص ۴۵ " ۱۰ - پہلا لفظ — "۵۰"

ص ۴۸ " ۲ - "صَلیبیوں" کے بجائے "صلیبیوں"

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۳۴۰
فروری ۱۹۹۰ء

جاری کردہ: مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

ماہنامہ ترجمان القرآن

رُوداد اجتماعِ عام

- اِفتتاحی خطاب
- کلیدی خطاب
- خطاب جلسہ عام
- اختتامی خطاب

قاضی حسین احمد
امیر جماعت اسلامی

اعلامیہ

رپورٹ جماعت اسلامی پاکستان
۸۳ء ــــ ۸۹ء

اجتماعِ عام نمبر ۸۹ء

اشاعت فروری ۹۰ء

دیگر تقاریر:

- دروس قرآن وحدیث
- ایمان اور دعوت وجہاد
- رُحماءُ بینھم
- پاکستان میں جماعت کا کردار
- خواتین کا کردار
- نوجوانوں کا کردار
- ہم کیا معاشی تبدیلیاں لانا چاہتے ہیں؟
- بین الاقوامی مندوبین

ٹائیٹل دیدہ زیب

کتابت کمپیوٹرائزڈ

ضخامت غیر معمولی

قیمت:

مقررین

- مولانا جان محمد عباسی
- پروفیسر غفور احمد
- چودھری رحمت الٰہی
- پروفیسر خورشید احمد
- خرم مراد
- مولانا گوہر رحمان
- مولانا فتح محمد
- مولانا عبدالحق
- حافظ محمد ادریس
- لیاقت بلوچ
- سید منور حسن

اِدارہ ترجمان القرآن (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۔ اُردو بازار لاہور
فون: ۳۲۴۴۶۸ ــــ ۶۸۶۳۶ ○ پوسٹ بکس نمبر ۱۴۴۳